جلد 25 شمارہ 5 ماہ مئی 2023ء شوال / ذیقعد 1444ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبّت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاحِ آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
ای میل: info@tauheediyah.com Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے　　سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

بانی سلسلہؒ نے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں ذکر کے ساتھ اخلاق حسنہ کو بھی کلیدی اہمیت دی ہے۔ ایک جگہ آپؒ نے لکھا ہے کہ "جو سالک ذکر تو کرتا ہے مگر اپنے اخلاق کا تزکیہ نہیں کرتا وہ ولی الشیطان تو بن سکتا ہے ولی الرحمان نہیں بن سکتا"۔ اسی وجہ سے تعلیم پر عمل کرنے والے ہر توحیدی میں اخلاق حسنہ کی خوبی باقی تمام خوبیوں سے فائق ہوتی ہے اور اس میں سے بھی محبت کا جذبہ فروتر ہوتا ہے۔

اولیاءاللہ خدا شناسی میں انبیاء کے بعد بلندتر مرتبے کے حامل ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی تعلیمات میں ہر اس بات پر زور دیا جاتا ہے جو خدا کے ہاں پسندیدہ ہے اور اخلاق حسنہ ان میں سب سے بلند ہے۔ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیبﷺ کا بلندتر مقام بتاتے ہوئے بھی اخلاق حسنہ کو بنیاد بنایا۔ فرمایا: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ. (سورۃ القلم۔۴) اور بلاشبہ آپﷺ یقیناً خلق عظیم پر فائز ہیں۔ خود آپﷺ نے فرمایا کہ انما بعثت لاتمم حسن الاخلاق (مجھے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا گیا ہے۔) حضرت آدم علیہ السلام سے جو دین شروع ہوا اس کی تکمیل آپﷺ کی ذات بابرکات پر ہوئی۔ اس میں سے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے آپﷺ کی بعثت کے بطور خاص ذکر میں یقیناً اہل دانش کے لئے بہت غور کا مقام ہے۔

بانی سلسلہؒ نے روح کے سفر کو کثافت سے لطافت کی طرف سفر کا نام دیا۔ روح جو سفر عالم مادی سے شروع کرتی اور عالم مثال سے ہوتی ہوئی عالم امر حتیٰ کہ ذات بحت تک جا پہنچتی ہے۔ اس میں سب سے بنیادی کردار اس کی لطافت کا ہوتا ہے۔ اس بات کے اثبات میں آپؒ نے سورت فاطر کی آیت ۱۰ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ . (اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمات اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے)۔ روح کے اس سفر میں اخلاق حسنہ کا کردار ایسا ہے جیسا گاڑی میں پٹرول کا۔ انسانیت اپنے خالق کے قرب ومعرفت کا جو Maximum level (اعلیٰ مقام) حاصل کر سکتی تھی وہ آپﷺ کی ذات بابرکات کے ذریعے حاصل کر لیا اور آپﷺ کے متبعین نے بھی اس میں سے وافر حصہ پایا جو کہ سابقہ امتوں کے نصیب میں نہ ہوا۔ اسی لئے آپﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ "میری امت کے علماء کی مثال بنی اسرائیل کے انبیاء کی سی ہے"۔ قرب وشناخت کی اس معراج کی وضاحت کے لئے ہی آپﷺ نے فرمایا کہ مجھے اخلاق عالیہ کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اخلاق عالیہ کی وہ لطافتیں نصیب فرمائے کہ جس کے طفیل ہم بھی قرب خاص میں جگہ پائیں۔ آمین۔

احمد رضا خان

مدیر مجلہ فلاح آدمیت

پیامِ قرآن

یَسْـأَلُونَکَ مَـاذَا أُحِـلَّ لَهُـمْ قُـلْ أُحِـلَّ لَـكُمُ الطَّيِّبَـاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْـجَـوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّهُ فَكُلُواْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُواْ اسْمَ اللّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ. (سورۃالمائدہ۵۔آیت۴)

پوچھتے ہیں تجھ سے کیا حلال کیا گیا ہے واسطے ان کے کہہ کہ حلال کی گئی ہیں واسطے تمہارے پاکیزہ چیزیں اور جو سکھلاؤ تم زخم دینے والوں کو، شکار کرنے والوں کو سکھلاتے ہو تم ان کو اس چیز سے کہ سکھلایا ہے تم کو اللہ نے پس کھاؤ اس چیز سے کہ پکڑ رکھیں اوپر تمہارے اور یاد کرو نام اللہ کا اوپر اس کے اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

يَـا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَـمَـلِ الشَّيْطَـانِ فَـاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. إِنَّـمَـا يُـرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْـعَـدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللّهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ. (سورۃالمائدہ۵۔آیت۹۱۔۹۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو سوائے اس کے نہیں کہ شراب اور جوا اور تھان بتوں کے اور تیر فال کے ناپاک ہیں۔کام شیطان کے سے، پس بچو اس سے کہ تم فلاح پاؤ۔سوائے اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے شیطان یہ کہ ڈالے بیچ تمہارے عداوت اور بغض بیچ شراب کے اور جوے کے اور بند کرے تم کو یادِ خدا سے اور نماز سے پس کیا ہو تم باز رہنے والے۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہئے۔اور میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھا۔اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لئے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(صحیح بخاری)

حضرت عوف اور ابو رجاء سے روایت کے مطابق: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ہم رات بھر چلتے رہے اور جب رات کا آخری حصہ آیا تو ہم نے پڑاؤ ڈالا اور مسافر کے لئے اس وقت کے پڑاؤ سے زیادہ مرغوب اور کوئی چیز نہیں ہوتی (پھر ہم اس طرح غافل ہو کر سو گئے) کہ ہمیں سورج کی گرمی کے سوا کوئی چیز بیدار نہ کر سکی۔ سب سے پہلے بیدار ہونے والا شخص فلاں تھا۔ پھر فلاں پھر فلاں۔ ابو رجاء نے سب کے نام لئے لیکن عوف کو یہ نام یاد نہیں رہے۔ پھر چوتھے نمبر پر جاگنے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے اور جب نبی کریم ﷺ آرام فرماتے تو ہم آپ ﷺ کو جگاتے نہیں تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ خود بخود بیدار ہوں۔ کیونکہ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ پر خواب میں کیا تازہ وحی آتی ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاگ گئے اور یہ آمدہ آفت دیکھی اور وہ ایک نڈر دل والے آدمی تھے۔ پس زور زور سے تکبیر کہنے لگے۔ اسی طرح با آواز بلند، آپ اس وقت تک تکبیر کہتے رہے جب تک کہ نبی کریم ﷺ ان کی آواز سے بیدار نہیں ہو گئے۔ تو لوگوں نے پیش آمدہ مصیبت کے متعلق آپ ﷺ سے شکایت کی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ہرج نہیں۔ سفر شروع کرو۔ پھر آپ ﷺ تھوڑی دور چلے، اس کے بعد آپ ﷺ ٹھہر گئے اور وضو کا پانی طلب فرمایا اور وضو کیا اور اذان کہی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔۔۔۔(دیگر حصہ تیمم سے متعلق ہے)۔

(صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ محفل میں ایک مہمان نے بات کرنا چاہی اور کہا: کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔

اس پر قبلہ حضور نے فرمایا: اللہ کو یاد رکھیں۔ اللہ یاد ہو تو سارے ادب آداب بھی انسان سیکھ ہی جاتا ہے۔ خوشی ہوئی آپ سے مل کے۔ اللہ کی یاد کو ترجیح دیں ہر معاملے میں تو ان شاء اللہ اللہ تعالی آپ کے ساتھ ہے۔

اس مہمان نے کہا: مجھے اندازہ نہیں ہو رہا کہ کون سی چیز پوچھنی چاہیے اور کون سی نہیں پوچھنی چاہیے۔ چلیں ٹھیک ہے میں گفتگو کے دوران اگر کوئی چیز مناسب ہوئی تو پوچھ لوں گا۔

قبلہ حضور نے کہا: آپ پوچھیں۔ جو چیز آپ کے ذہن میں آئے آپ پوچھ لیں۔ اچھی بات ہے۔ ہماری معلومات میں اضافہ ہوگا۔ آپ پوچھیں ضرور۔

مہمان نے کہا: باباجی آج کل ایک نکتہ چلا ہوا ہے بنیادی سا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو شروع سے Explain (وضاحت) کر دیا جائے۔ قبلہ حضورؒ (انصاری صاحبؒ) نے شیخ ابن عربیؒ کے بارے میں ان کی جو Book ہے 'حقیقت وحدت الوجود' اس میں بتایا تھا کہ وہ شاید پہلے صوفی تھے جنہوں نے وحدت الوجود کی کیفیت جو ہے اسے 'کیفیت' سمجھا تھا ورنہ اُن سے پہلے جو ہے اسی کو 'مقصود' سمجھا جاتا تھا۔ میں نے کافی عرصہ پہلے یہ Book پڑھی تھی۔ قبلہ حضرت نے فرمایا تھا کہ حضرت ابن عربیؒ جو تھے وہ بہت ہی جلیل القدر صوفی تھے اور وہ پہلے صوفی تھے جنہوں نے وحدت الوجود کے مرحلے کو پار کیا تھا یا اس کو واقعی کیفیت سمجھا تھا۔ اس سے پہلے اسی کو اصل میں 'مقصود' سمجھا جاتا تھا کہ یہی اصل

میں آخری مرحلہ ہے ۔اور یہی ہے وہ جگہ جہاں ہمیں پہنچنا تھا۔قبلہ حضور کی یہ بات میرے ذہن میں تھی ۔اب جوان (ابن عربیؒ) کی Book جو ہے فتوحاتِ مکیہ میرے خیال میں ۔اُس میں انہوں نے کچھ چیزیں بتائی ہیں ۔'نبوت' کے سلسلے میں اُنہوں نے بات کی ہے ۔مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ جو ختم نبوت کا جو ہمارا عقیدہ ہے اُس سے وہ متضاد ہوگا ۔لیکن سمجھنے میں شاید تھوڑی غلطی ہوئی ہو یا اُنہوں نے بیان بڑا مشکل طریقے سے کیا ہوا ہے ۔میں تھوڑی سی اس پہ Guidance (راہنمائی) چاہوں گا ۔وہ (ابن عربیؒ) نبوت دو قسم کی سمجھتے تھے ۔ایک 'تشریعی نبوت' اور ایک 'نبوتِ عامہ'۔جس میں وہ کہتے ہیں کہ 'تشریعی نبوت' جو ہے وہ تو ختم ہو چکی ہے البتہ جو 'نبوتِ عامہ' ہے وہ بہر حال ابھی جاری ہے ۔یعنی نبوت کا مقام ابھی باقی ہے بقول اُن (ابن عربیؒ) کے ۔یہ صوفیاء میں یا وہ جو ولایت کو پہنچ چکے ہیں تو کیا اس طرح کے عقائد واقعی بن جاتے ہیں؟ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی نبوتِ عامہ جو ہے وہ جاری ہے ۔وہ تشریعی نبوت یعنی شریعت کے ساتھ کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا انسانوں کے ساتھ بات کرنے کا طریقہ جو ہے وہ جیسے نبیوں کے ساتھ ہوتا تھا تو وہ ہو سکتا ہے ۔اگر آپ ایک خاص درجے کو پہنچ جائیں ۔ولایت کے ایک خاص درجے کو اگر آپ پہنچ جائیں تو پھر یہ مقام آپ کو مل سکتا ہے ۔کیا اس سلسلے میں تھوڑی راہنمائی ہو سکتی ہے کہ کیا یہ واقعی ایسا ہے؟ یا تصوف میں اس طرح کا کوئی عقیدہ پایا جاتا ہے؟

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی اس کے جواب میں فرمانے لگے: میرے بھائی جہاں تک آپ نے کہا ناں کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے وحدت الوجود یعنی ہُو کا عالم طے کیا سب سے پہلے تو یہ بات نہیں ہے ۔وہ وہاں تک پہنچے صرف ۔اگر وہ پار کر جاتے تو اُن کا یہ عقیدہ کبھی بھی قائم نہ رہتا کہ ہر چیز اللہ ہے ۔اُن کا یہ جو ہر چیز اللہ ہے، وحدت الوجود میں جو گم ہوئے وہ اسی وجہ سے گم ہوئے کہ وہ وہاں جاکے پھنس گئے ۔آگے نکل نہیں سکے ۔وہاں یہ حالت ہوتی ہے کہ اوپر سے جتنی تجلیات، احکامات آتے ہیں وہ اور جو نیچے سے اوپر جاتے ہیں، وہ سب اس طرح گڈمڈ ہوتا ہے، اتنی لطافت ہوتی ہے کہ وہاں کوئی دوسری چیز نظر ہی نہیں آتی ۔وہ ماحول ہی ایسا بنا ہوتا ہے کہ وہاں پر اکثر یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے اُن بزرگوں کو جو وہاں پہنچ جائیں اور آگے جانے

کی ہمت نہ کریں کیونکہ آگے انہیں تھوڑا بہت بھی اندازہ ہی نہیں ہوتا ۔چونکہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ وہاں تک پہنچے اور انہوں نے وہ سارا کچھ دیکھا تو وہیں اپنا رخت سفر کھول بیٹھے۔ وہیں کہا کہ سارا کچھ اللہ ہے۔ یہ بھی اللہ ہے۔ میں بھی اللہ ہوں، وہ بھی اللہ ہے۔ سب اللہ ہے۔ باقی باتیں اور کچھ بھی نہیں۔

دوسری بات آپ نے یہ جو نبوت کا سلسلہ کہا ناں ۔اگر نبوت یہ ہے کہ آج بھی الہام ہوتے ہیں کسی بزرگ کو اور کوئی راہنمائی ہوتی ہے تو پھر تو یہ آپ کہہ سکتے ہیں ورنہ میں تو اس مسئلے میں کچھ کہنے سے معذور ہوں ۔میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ نبوت ایک قسم کی ختم ہوگئی ہے اور ایک قسم کی جاری ہے ۔اگر یہ ہے کہ اللہ میاں Guidance (راہنمائی) کے لئے کسی بزرگ کو الہام دے دیتا ہے، اُس کو کوئی کشف کر دیتا ہے،اس کو اگر وہ (ابن عربیؒ) نبوت کہتے ہیں تو کہتے ہوں گے ورنہ مجھے اِس کا اندازہ نہیں ہے ۔اس لئے میں آپ کو بھی کسی غلط فہمی میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

مہمان دوست نے ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنے سوال 'تشریعی نبوت' اور 'نبوت عامہ' پر جواب سن کر کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی فرمانے لگے: اللہ کی طرف سے Guidance (راہنمائی) ہوتی ہے،اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کشف، کہتے ہیں کشف ہوتا ہے۔ بزرگوں کو کشف ہوتا ہے ۔الہام ہوتا ہے ۔اگر یہ باتیں ہیں، ان باتوں کو ابنِ عربیؒ نے نبوتِ ثانی کہا ہے تو کہا ہوگا، میں نہیں کہہ سکتا اور نہ میں آپ کو یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ بھی یہ مانیں، کیونکہ جس چیز کا پتا نہ ہو وہ دوٹوک کہہ دینا چاہیے ،کسی کو غلط فہمی میں نہیں ڈالنا چاہیے ۔اگر آپ کو اس کی تلاش ہے اور کوئی اچھا عالم فاضل آپ کو مل جائے، کوئی سکالر مل جائے اور ایسی بات آپ کی سمجھ میں آ جائے تو مجھے بھی Please (براہ مہربانی) بتادیں ۔اللہ آپ کو ہمت دے۔ کریں کوشش۔

مہمان دوست نے سوال کیا کہ اگر ہم آخری جس کی خواہش ہے (دیدارِ ذاتِ باری تعالیٰ) اس کے لئے سلوک اختیار کر لیتے ہیں تو فائنل عقیدہ یہ (نبوت کا کسی شکل میں دعویدار بن جانا) تو نہیں ہے؟

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی نے فرمایا: نہیں نہیں ۔عقیدہ

ہمارا یہی ہے کہ نبوت ختم ہوگئی ہے۔ یہ میں کہنا بھول گیا، معاف کرنا۔ کشف پر اور الہام پر ایمان لانا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہم نہیں مانتے اُس کو۔ یہ یاد رکھیں۔ یہ (کشف والہام) اللہ کی دَین ہے، جس کو دے دے۔ وہ (کشف والہام) کبھی غلط بھی ہوتا ہے، کبھی صحیح بھی ہوتا ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ (کشف والہام) نبوت کے یا وحی کی طرح سوفیصد صحیح بات ہوتی ہے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اُس چکر میں نہیں پڑیں گے۔ ہمارے حساب سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے اور آخری رسول اور نبی ہیں۔ اُن کے بعد کوئی دوسرا نبی قیامت تک نہیں آئے گا۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ یہ یاد رکھیں۔

مہمان دوست نے کہا: میں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پوچھنا چاہوں گا۔ یہ بہت ہی جلیل القدر صوفیاء سے ہیں۔

قبلہ محمد یعقوب صاحب فرمانے لگے: بہت بڑے، بہت بڑے ولی تھے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہمارے باباجیؒ (انصاری صاحب) نے اُنہیں 'عارفوں کا سردار' کہا ہے۔ 'پیشوا' کہا ہے عارفوں کا، وہ اتنے بڑے بزرگ تھے۔ ماشاءاللہ۔

مہمان دوست نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ان سے وابستہ ایک تحریر میں پڑھ رہا تھا جس میں تھا کہ ان کے پاس ایک مرید آتا ہے تو یہ اُس کو بیعت کرنے سے پہلے بتاتے ہیں کہ آپ نے یہ کلمہ پڑھنا ہے جو ہمارا رائج الوقت کلمہ ہے، اس میں اس کے مقابل اُنہوں نے بتایا کہ محمد الرسول اللہ کی بجائے اپنا نام بتایا اور اس کے ساتھ رسول اللہ لگایا۔ مرید نے یہ پڑھ لیا۔ اُس کے بعد اُنہوں نے اس مرید کو ڈانٹا کہ میں نے تمہارا ٹیسٹ لیا تھا، ٹیسٹ میں تو تم پاس ہو گئے ہو لیکن یہ بات ایسے ہے نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے مگر اُنہوں نے ٹیسٹ میں پاس ہونے کا طریقہ کار یہ بتایا۔ قبلہ حضورؒ (انصاری صاحب) بھی ان کا ذکر کر چکے ہیں۔ ان پر کتابیں بھی بڑی لکھی جا چکی ہیں۔ میں اصل میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ اتنے بڑے ولی اللہ ہیں۔ اتنے بڑے مقام پہ فائز ہیں، ان کا اس طرح سے کہنا بڑا عجیب سا نہیں ہے؟ یا سارے صوفیاء کے بارے میں کہنا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جی یہ لوحِ محفوظ جو ہے، وہ ہمیں ایسے نظر

آرہا ہے جیسے ہم اور آپ ہیں۔یہ کیا ہے؟

شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب صاحب نے لوحِ محفوظ والی بات پر کہا: ہوتا ہے۔یہ بالکل ہے۔ یہ ان کے لئے بہت آسان ہے جو صحیح معنوں میں بزرگ ہیں۔یہ بالکل صحیح بات ہے۔اُنہیں یہ سارا کچھ نظر آتا ہے لیکن وہ کر کچھ بھی نہیں سکتے۔یہ یاد رکھیں۔یہ نکتہ باباجیؒ (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک جگہ لکھا ہے۔کر کچھ نہیں سکتے۔وہ اُس میں کچھ تبدیلی نہیں کر سکتے۔البتہ اُنہیں پتا چل جاتا ہے سارا کہ یہ ہے، یہ ہونے والا ہے۔بالکل لوحِ محفوظ اُن کے سامنے ہوتی ہے اور وہ دیکھ سکتے ہیں اُس کو۔ اُس میں سے دیکھ سکتے ہیں۔یہ صحیح ہے۔اس مقام تک آنے میں بڑا وقت لگتا ہے اور یہ بہت پائے کے بزرگ ہوتے ہیں۔ان کو یہیں صحیح پتا چلتا ہے کہ انسان، انسان ہے اور اللہ، اللہ ہے۔اصل عبدیت کا پتا ہی وہاں چلتا ہے جا کے۔

آن لائن محفل میں شریک مہمان نے کہا: جب صوفیاء کے لئے لوحِ محفوظ ایسے ہے جیسے اُن کے سامنے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اُنہیں تو ہر چیز کا علم ہو جاتا ہے کیونکہ لوحِ محفوظ میں تو ہر چیز درج ہے۔

قبلہ محمد یعقوب صاحب فرمانے لگے: ایسا ہے کہ ہر چیز کا نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ لوحِ محفوظ کا ایک ورق اُن کے سامنے ہو تو باقی بھی سارا کچھ اُن کے سامنے ہو گا لیکن اُنہیں یہ پتا لگ جاتا ہے اگر کچھ معلوم کرنا چاہیں تو اللہ اُنہیں بتا دیتا ہے۔بتانے والا اللہ ہی ہے۔وہ خود نہیں ہیں۔بتانے والا اللہ ہے اور اللہ اُن کی Guidance (راہنمائی) کرتا ہے۔بتا دیتا ہے اُن کو۔

سوال پوچھنے والے مہمان نے کہا: اچھا تو پھر اس میں وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے Clear cut (واضح و غیر مبہم) اصول بیان کیا گیا ہے کہ کسی انسان کو Including (بشمول) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔اگر اس طرح صوفیوں کو اگر ایسا ہے تو پھر ان کو تو Clearly (صاف طور پر) سب کچھ نظر آ رہا ہے تو علم غیب والی بات اور یہ تضاد نہیں ہے اس بات میں؟

جناب محمد یعقوب صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں: دیکھیں۔دیکھیں۔میں نے

آپ کو بتایا کہ لوحِ محفوظ کا ایک حصہ اگر آپ کے سامنے آگیا تو It doesn't mean کہ آپ کو ہر چیز کا پتا چل گیا۔ غیب وہ چیز ہوتی ہے جو مادے سے الگ ہو۔ آپ کو مادی چیزوں بہت ساریوں کا پتا چل جاتا ہے تو کیا اس سے آپ عالم الغیب بن جائیں گے؟ مثلاً آج کل الٹرا ساؤنڈ سے کسی ماں کے پیٹ میں بچے کا پتا چل جاتا ہے کہ یہ بچہ ہے یا بچی ہے۔ پتا چل جاتا ہے۔ یہ علمِ غیب ہے؟ علمِ غیب وہ ہے کہ کوئی ایسی چیز اس کا علم جو کہ مادی حالت میں Shift نہیں ہوئی ہے، اُسے ہم علمِ غیب کہتے ہیں۔ جب مادی حالت میں آجائے تو وہ غیب، غیب نہیں رہتا۔ یہ ہم اور آپ کے لئے غیب ہے مگر ہماری مشینریوں کے ذریعے یا کسی بزرگ کے سامنے آجائے تو وہ غیب نہیں ہوتا۔ 'عالِمِ غیب' کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت، ہر چیز کے متعلق آپ جانتے ہوں۔ ایسا کوئی بھی نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ یہ یاد رکھیں۔ ایسا عالِمِ غیب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے غیبی معمولات میں کسی نبی کو، کسی ولی کو شامل کرسکتا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے۔

محفل میں شریک مہمان دوست سے گفتگو کا تسلسل تھا جس میں اس نے کہا: کل کیا ہونے والا ہے کسی بندے کے ساتھ تو یہ پتا چل جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ کسی بندے کے ساتھ کچھ پیش آنے والا ہے تو اس سے وہ خوش ہونے کی بجائے ڈر جائے۔

قبلہ حضور فرمانے لگے: یہ کشف ہے یہ ہوجاتا ہے لیکن وہ بالکل معذورِ محض ہے۔ وہ اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔

مہمان نے کہا: تبدیلی کا تو ہم بالکل پوچھ بھی نہیں رہے ہیں ہم تو صرف Information (معلومات) کا پوچھ رہے ہیں کہ کیا اُس کو واقعی میں ایسا ہے کہ اُس کو اِس حد تک Information (معلومات) ہوتی ہے؟

شیخ سلسلہ قبلہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی نے کہا: ہو جاتی ہے۔ بالکل ہوتی ہے۔ باباجیؒ (انصاری صاحب) نے بھی لکھا ہے کہ ہو جاتی ہے لیکن آپ نے لکھا ہے کہ ایسا ہونے سے سوائے اس کے کہ انسان کی تکلیف، انسان کی سوچ میں، انسان کے غم میں، انسان کی فکر میں اضافے کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے؟ کہ اوہ ہو میں تو کل مر جاؤں گا۔ اپنا ہی پتا چل گیا کہ میں کل مر جاؤں گا تو کیا

کرسکتا ہے؟ مرنے سے بچ سکتا ہے؟ مرنے سے نہیں بچ سکتا۔کسی اور کے یا اپنے عزیز بچے کی موت کا اُسے پتا چل جائے اگر تو وہ بچا سکتا ہے اپنے آپ کو یا اُس بچے کو؟ کچھ نہیں کرسکتا۔معذورِ محض ہے وہاں وہ۔صرف پتا چل گیا اُسے تو کیا فائدہ؟ اُلٹا اپنے آپ کو ہی تنگ کرے گا اور کیا کرے گا؟ ایسے پتہ چلنے کا کیا فائدہ؟ اس لئے یہ ساری باتیں اللہ میاں نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہیں۔کسی کو بتا دی ہیں لیکن اگر کسی کی خواہش ہو تو اللہ میاں اپنے بندوں کی خواہش کا احترام کرتا ہے۔اللہ میاں اُسے بتا دیتا ہے لیکن وہ (بندہ) کر کچھ بھی نہیں سکتا۔باباجیؒ نے لکھا ہے ایک جگہ کہ پتا چل بھی گیا تو آپ اُلٹا اپنے غموں میں، اپنی تکلیف میں، اپنے آپ کو اور مبتلا سمجھیں گے، آپ کچھ کر تو سکتے نہیں۔اس سے بہتر ہے کہ نہ معلوم ہو

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے دیدار کی بات ہوئی تو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام کو ہو گیا تھا دیدار یا نہیں؟ انہوں نے جو شکر ادا کیا ہوش میں آنے کے بعد۔سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کیا کہ سب سے پہلا ماننے والا ایمان لانے والا میں ہوں تو کس بات کا شکر یہ ادا کیا تھا اللہ میاں کا؟ ہم لوگ تو ایسے ہی کہہ دیتے ہیں کہ موسیٰ کو بھی نہیں ہوا تو ہمیں کیسے ہو جائے گا؟ ہم یہ سوچتے نہیں ہیں کہ کیسے نہیں ہوا۔وہ اللہ کا نبی تھا۔وہ سامنے باتیں تو کر سکتا تھا نظر نہیں آ سکتا تھا؟ اللہ میاں نے ایسا انتظام کیا کہ اُس کی ہیبت کو اپنے دیکھنے کے قابل بنا دیا اور وہ نظر آ گیا۔

باتوں کا تسلسل تھا، مہمان دوست نے کہا: جی بالکل صحیح ہے۔ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔ Exactly (بالکل) اسی طرح ہے۔صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔اصل میں اس پہ بہت ہی جید علماء، ایسے علماء جن کی عمریں گزر گئی ہیں قرآن پہ Research (تحقیق) کرتے ہوئے تو وہ جب اس موضوع کو اُٹھاتے ہیں اور پھر قرآن کی آیت سے بیان کرتے ہیں تو عام بندے جو ہیں مجھ جیسے لوگ وہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ان کا Knowledge (علم) ہی بہت زیادہ ہے، ان کا قرآن کو سمجھنے کا انداز اور ان کی محنت زیادہ ہے۔جو یہ کہہ رہے ہیں تو یقیناً اس میں وزن ہوگا۔جس عالم کا میں نے ذکر کیا تھا وہ تو اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک صوفی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔تصوف جو ہے وہ ان کے گھر میں رائج تھا۔اور وہ اس مرحلے سے گزر چکے ہیں، یعنی وہ یہ ساری چیزیں دیکھ چکے ہیں لیکن اس کے بعد جب انہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا، قرآن کو جب دیکھا تو پھر پتا چلا کہ بقول ان کے ایسا

نہیں ہوسکتا۔یقیناً ایسا نہیں ہے جیسے قبلہ حضورؒ (انصاری صاحب) نے بھی عرض کیا اور آپ بھی بتا رہے تھے کہ یہ چیزیں جو ہیں وہ صرف پڑھنے سے نہیں ہوسکتیں۔ جب تک آپ اس کو Practically (عملی طور پر) کرکے نہ دیکھ لیں۔

شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب صاحب نے کہا: آپ Explain (بیان) نہیں کر سکتے ان باتوں کو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ Explain (بیان) نہیں ہوتیں یہ۔ یہ سمجھی جاتی ہیں۔ سمجھائی نہیں جا سکتیں۔ سمجھی جا سکتی ہیں۔

تصوف کے ہمہ جہتی موضوعات پر طویل گفتگو جاری تھی۔ سوال وجواب کا ایک طویل سلسلہ جاری تھا۔ مہمان دوست نے کہا: چونکہ یہ معاملہ بڑا حساس قسم کا ہے، اس کو پھیلا دیا جائے تھوڑا سا۔ چونکہ ابھی تو سوشل میڈیا کا دور ہے، اس کو بہت علاقوں کے حساب سے لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ چونکہ وہ لوگ جو کہ اس (دیدار باری تعالیٰ) کے خلاف بتا رہے ہیں، اُن کی رسائی ہے لوگوں تک بہت زیادہ اور لوگ اُن کو مانتے ہیں۔ اگر اس کو تھوڑا سا Propagate (مشہور) کر دیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ بہت زیادہ لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے اس میں۔ میں تو خوش قسمتی سے اس محفل میں بیٹھا اُٹھا تھا تو مجھے اس چیز پہ کبھی یقین نہیں آیا۔ اس لئے پھر میں نے ماجد بھائی سے بات کرکے آپ لوگوں سے رابطہ کیا تھا۔

بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی نے اس بات پر فرمایا: اس معاملے میں اختلافات بڑھ سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنا عقیدہ قائم کرلیا ہے ناں کہ اللہ کو نہیں دیکھا جا سکتا، وہ کبھی بھی نہیں مانیں گے۔ بحث ہی کرتے رہیں گے۔ اللہ میاں نے بھی کہا:

يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ۔ (سورۃ البقرۃ ۲۔ آیت ۲۶۹)

یہ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ میاں یہ حکمت صرف اُس کو دیتا ہے جس کو وہ چاہے۔ اللہ میاں اگر نہ چاہے تو ایک اچھے خاصے عالم کو بھی کہاں یہ عقل دے گا کہ میں نظر آ سکتا ہوں۔ وہ نہیں دے گا۔ جو چیز اللہ نہ دے تو وہ کہاں دے گا؟ یہ تو صرف اپنے پیار کرنے والوں کو وہ دیتا ہے، جو شدید پیار کریں۔ جن کو بقول باباجیؒ (انصاری صاحبؒ) کے فطری طور سے جو پیدا

ہوتے ہیں اللہ کے پیار میں پیدا ہوتے ہیں ۔فطری طور سے ۔ اُن کو یہ ہوتا ہے ۔'فطری طور سے'۔ یہ لفظ یاد کریں ۔جیسے آپ نے پھر یہ کہا ہے کہ فطری طور سے آدمی اگر بھوکا ہے تو اللہ میاں نے بھوک کا انتظام کرنے کے لئے لاکھوں قسم کی معقولات پیدا کی ہیں ۔ پیاس ہے، پیاس لگتی ہے فطری طور سے تو اُس کے لئے انتظام کیا ہے اللہ میاں نے ۔اور Sex (جنسی خواہش) کا انتظام کیا ہے اور سارا کچھ کیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جو آدمی فطری طور سے یہ خواہش لے کے پیدا ہو کہ 'میں نے اللہ کو دیکھنا ہے' تو اللہ نظر نہ آئے ، یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ بات اللہ کے انصاف کے خلاف ہے ۔اس لئے یہ صرف اُن لوگوں کے لئے ہے اور سمجھیں گے بھی وہی لوگ ۔ یہ اللہ نے فیصلہ کرلیا ہے ۔ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُواْ ٱلْأَلْبَٰبِ ۔ وہ دانش مند لوگ یعنی جن کو اللہ چاہے گا صرف اُنہیں ہی نظر آئے گا، ہر کسی کو نظر آ نہیں سکتا ۔یہ اُس کے لئے ہے ہی نہیں ۔عام نہیں ہے ۔

نماز مغرب کی اذانیں شروع ہوئیں ۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی نے آن لائن محفل میں اپنے یہ کلمات کہے اور تمام حاضر بھائیوں سے اجازت لی: اللہ کو یاد رکھیں ۔'مرتے دم اگر اللہ یاد رہا تو سمجھو ساری زندگی کامیاب رہی ۔ ورنہ بیکار'۔ یہ الفاظ تھے باباجیؒ (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے جو لکھے تھے ۔اگر مرتے وقت اللہ یاد رہا تو سمجھو کہ زندگی کامیاب گزری ورنہ بیکار ۔تو اس لئے اللہ کی یاد کو زیادہ وقت دیں ۔ زیادہ درد سے، زیادہ پیار سے، زیادہ خشوع خضوع سے اللہ کو یاد کریں تا کہ یہ آپ ہمارے اندر رچ بس جائے اور مرتے وقت اللہ کرے کہ ہمیں اللہ یاد ہو ۔یہ کوشش کریں سب ۔میرے لئے بھی دعا کریں ۔ میں آپ سب کے لئے دعا کروں گا ۔اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔اللہ ہماری راہنمائی فرماتا رہے آخری دم تک ۔آمین ۔

(آن لائن محفل مورخہ ۷ فروری ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

سید رضا علی شاہؒ

(۱۹۴۲ء تا ۱۴ اپریل ۲۰۰۲ء)

(سید رحمت اللہ شاہ)

گورا رنگ، آنکھوں میں سرخ ڈورے، لبوں پر پان کی لالی، چہرے پر صدا بہار مسکراہٹ،اور دوست طبع ۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں یہ تھے ہمارے بھائی سید رضا علی شاہؒ۔ آپ ۱۹۴۲ء میں ہندوستان کے شہر مراد آباد میں پیدا ہوئے ۔آپ کے والد گرامی سید شیدا علی شاہ اور والدہ محترمہ کا نام امۃ المصطفائی تھا۔آپ چھ (۶) بہن بھائی تھے۔بہن بھائیوں میں چھوٹا صرف ایک بھائی سید عارف علی شاہ تھا،باقی سب بڑے تھے۔

سید رضا علی شاہؒ کا خاندان ہندوستان کی ریاست اتر پردیش کے علاقہ مراد آباد میں تھا۔ آپؒ کے والد سید شیدا علی شاہ کسی روحانی سلسلہ سے منسلک اور ایک اعلیٰ پائے کے بزرگ تھے۔ مشہور تھا کہ ایک مرتبہ مراد آباد کے قریب فصلوں کو آگ لگا دی گئی جو آپ کے والد گرامی کی کرامت سے بجھ گئی۔آپؒ کے والد تقسیم ہند سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔قیام پاکستان کے بعد آپؒ نے اپنی، والدہ، بہن بھائیوں ،تایا،اور چچا وغیرہ کے ساتھ ہجرت کی اور پشاور آباد ہو گئے۔ دس بارہ سال پشاور رہنے کے بعد راولپنڈی کے علاقہ ویسٹرریج (Westridge) میں پشاور روڈ سے دائیں طرف آباد ہو گئے ۔والدہ کا انتقال راولپنڈی میں ہوا۔

آپؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم مراد آباد انڈیا میں شروع کی ۔ ۱۹۶۰ء میں لاہور بورڈ سے سائنس مضامین کے ساتھ میٹرک کیا۔ان دنوں ضلع راولپنڈی کے طلبہ وطالبات کا امتحان لاہور بورڈ لیتا تھا۔ ادارہ برائے تکنیکی تعلیم راولپنڈی (Institute of Technical Studies, Rawalpindi) سے ۱۹۶۰-۶۳ء کے سیشن میں تین سالہ فن تعمیر کی انجینئرنگ

(Architecture Engineering)میں ڈپلومہ کیا۔

کینٹ بورڈ راولپنڈی میں بطور ٹریسر (Tracer)ملازمت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ یہ ملازمت ۲فروری ۱۹۶۳ء سے ۸ مارچ ۱۹۶۸ء تک جاری رہی ۔اس ملازمت کے کم وبیش دو سال بعد لیبیا چلے گئے ۔ان دنوں لیبیا میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ کافی مریدین تھے ۔آپؒ نے اپنی کوشش سے اہل وعیال کے ہمراہ لیبیا کا سفر کیا اور زندگی کے بیس سال یہاں گزارے ۔لیبیا میں وزارت سماجی تعمیر وترقی (Ministry of Social Architect)میں ملازمت کی ۔بنیادی طور پر یہ ملازمت بلدیات کی تھی جس میں معاشرے میں صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا اوراس کے لئے منصوبہ بندی کرنا ہوتا تھا۔لیبیا قیام کا یہ دور آپؒ کی زندگی کا سنہر ا ترین دور تھا۔لیبیا قیام کے دوران عمرہ کیا۔ ۱۹۹۰ء میں لیبیا سے واپس پاکستان آئے ۔گوالمنڈی راولپنڈی میں ایک دکان بنا کر سپئیر پارٹس (Spare parts) کا کاروبار شروع کیا۔کم وبیش تین سال یہ دکان چلائی ۔۱۹۹۹ء میں ضلع کونسل راولپنڈی میں کنٹریکٹ پر Architecture بھرتی ہوئے ۔یہ ملازمت تھوڑی دیر ہی رہی۔

آپؒ نے اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز ۱۹۶۸ء میں کیا۔اس بیگم کا نام سلطانہ رضا تھا۔یہ راولپنڈی کی رہائشی اور آپؒ کی رشتہ دار تھیں ۔ان سے اولاد میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں ۔بیٹوں کے نام سید عرفان رضا اور سید شہزاد رضا جبکہ بیٹی کا نام ارم رضا ہیں ۔آپؒ کی بیگم تلی (Spleen) کے مرض میں مبتلا ہوئیں ۔تلی کا آپریشن لیبیا میں ہوا، جو کامیاب نہ ہوسکا۔بیگم سلطانہ رضا نے دو سال بیمار رہ کر ۱۹۷۸ء میں وفات پائی ۔ان کے جسد خاکی کو لیبیا سے پاکستان لایا گیا۔راولپنڈی میں تدفین ہوئی ۔پہلی بیگم کی وفات کے پانچ سال بعد یکم مئی ۱۹۸۳ء کو آپ نے دوسری شادی ثمینہ نذر سے کی ۔ یہ بیگم بھی رشتہ دار تھیں ۔ آپؒ کی عمر چالیس سال اور بیگم کی عمر اکیس (۲۱) سال تھی ۔دوسری بیگم سے آپؒ کی اولاد میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہیں ۔بڑی بیٹی مروہ رضا، اس کے بعد بیٹا سید علی رضا، پھر دو بیٹیاں قرۃ العین رضا اور حرا رضا ہیں ۔دوسری بیگم ثمینہ نذر کے گردے فیل ہو گئے ۔آپؒ اہل وعیال کے ساتھ لیبیا سے واپس پاکستان آ گئے ۔ان کا علاج چلتا رہا جس پر خطیر رقم خرچ ہوئی ۔مالی حالات

اثر ہو گئے ۔ بیگم ثمینہ نذر بھی جانبر نہ ہوسکیں ۔ انہوں نے چار سال بیماری کے بعد ۲۶ اپریل ۱۹۹۴ء کو راولپنڈی میں وفات پائی اور یہیں تدفین ہوئی ۔ دونوں بیگمات آپؒ کے رشتہ ازدواج میں دس (۱۰)، دس (۱۰) سال رہیں ۔

آپؒ کی دوسری شادی پر خاندان میں ناراضگی ہوئی ۔ اس ناراضگی اور رنجش میں دوسری بیگم کی بیماری اور اس پر اٹھنے والے بے تحاشا اخراجات سے ایسے فاصلے پیدا ہوئے کہ جو تا حیات نہ مٹ سکے ۔ آپؒ نے اپنی پہلی اولاد کا کبھی کوئی خاص تذکرہ نہیں کیا تاہم دوسری اولاد کو مرتے دم تک ساتھ رکھا ۔ پہلی اولاد سے دوری پر ایک انتہائی سخت مؤقف رکھتے تھے ۔ پہلی اولاد دنیاوی وسماجی لحاظ سے قدرے مستحکم اور صحافتی دنیا میں ایک بڑا نام رکھتی ہے ۔ چند سال قبل بوقتِ معلومات سے تا حال بڑا بیٹا سید عرفان رضا انگریزی اخبار روزنامہ ڈان (Dawn) اسلام آباد کے سرکردہ صحافیوں میں شمار ہوتا ہے ۔ روزنامہ ڈان کے سرورق پر رپورٹ ہونے والی شہ سرخیوں میں سید عرفان رضا کا نام دیکھنے کو عام ملتا ہے ۔ چھوٹا بیٹا سید شہزاد رضا بھی روزنامہ ڈان سے منسلک تھا ۔ بیٹی ارم رضا بھی صحافتی دنیا سے وابستہ تھیں جن کی شادی صحافتی دنیا میں ہی فراز ہاشمی سے ہوئی، یہ لندن میں بین الاقوامی انگریزی چینل بی بی سی (BBC) سے وابستہ تھے ۔ دوسری اولاد آپؒ کے ساتھ زندگی کے تلخ ترین حالات میں رہی جن کی تعلیم وتربیت اور معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنے سے پہلے ہی آپؒ کا وصال ہوگیا ۔ بوقت معلومات آپؒ کی بڑی صاحبزادی مروہ رضا کی شادی ندیم اسلم سے ہو چکی تھی ۔ ندیم اسلم سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ہمارے پیر بھائی تھے جن کا بعد ازاں انتقال ہو گیا ۔ بقیہ اولاد میں آپؒ کا بیٹا سید علی رضا ایک Pharmaceutical Company میں ملازم اور اپنے والد کی جگہ گھرانہ کا سربراہ تھا ۔ راقم نے ملاقات میں سید علی رضا کو ایک خوش اخلاق، خوبرو نوجوان اور پرکشش شخصیت کا مالک پایا جو ایک چھوٹی عمر سے ہی گھرانہ کی بھاری ذمہ داریاں پوری ہمت اور استقامت سے نبھا رہا تھا ۔

بچپن میں پشاور قیام کے دوران استاد منظورؒ نے آپؒ کی ملاقات بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے کرائی ۔ اس وقت سید رضا علی شاہؒ کی عمر دس سال اور چھٹی جماعت

کے طالب علم تھے۔ بچپن سے ہی رضا علی شاہؒ کو قبلہ انصاری صاحبؒ کا بہت پیار ملا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا سا تھا تو باباجی انصاری صاحبؒ کے ساتھ کھیلتا تھا، جیب سے پیسے بھی نکال لیتا تھا، اور ساتھ ہی سو جاتا تھا۔ بچپن سے ہی کہتا تھا کہ میں نے اللہ کو دیکھنا ہے۔ آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے ساری زندگی وابستہ رہے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوئم) قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نے آپؒ کو ۲۱ اپریل ۱۹۹۸ء کو سالانہ کنونشن کے موقع پر مجاز بنایا۔

راہِ فقر میں ذاتی معاملات سے کچھ باتیں ہنستے مسکراتے سنا دیتے تھے۔ فرماتے کہ ایک دفعہ رات کو یہ ایسا اور ایسا دیکھا، فلاں بزرگ نے مجھے یہ دیا مگر صبح آنکھ کھلی تو پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ جو واقعات راقم کو یاد رہے ان میں سے ایک میں فرماتے ہیں:

ایک نور کا سمندر تھا۔ بڑا دلکش ماحول تھا۔ اس میں ہلکی ہلکی موسیقی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس نور کے سمندر میں ہر طرف بچے نہا رہے ہیں۔ یہ سب ایک جیسی عمروں کے تھے اور ایک ہی گیت گنگنا رہے تھے:

ہم تو روحیں ہیں، ہم تو روحیں ہیں
ہم تو روحیں ہیں بس ،ہم تو روحیں ہیں
نہ کسی کے ماں باپ ہیں ، نہ رشتہ دار ہیں
ہم تو روحیں ہیں بس، ہم تو روحیں ہیں

فضا میں ہر طرف یہی گیت چل رہا تھا۔ راقم کو اس بات کی سمجھ نہ آئی۔ اس کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے کہ یہ وہ روحیں تھیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئی تھیں۔

فرمانے لگے کہ ایک دفعہ میرے سامنے لکھا ہوا آیا کہ نماز میں اپنے ہاتھ ناف سے دو انگشت نیچے باندھو۔ اس کی وضاحت میں آپؒ نے فرمایا کہ ناف سے دو انگشت نیچے یہ نفس کا مقام ہے۔ نماز میں اپنے ہاتھ یہاں باندھنے کی بات آئی۔

سید رضا علی شاہؒ سے ان کی زندگی کے آخری سالوں میں مختصر وقت ان کے ساتھ سلسلہ

عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات میں گزرا۔شاید آخری تین سال یہ معمول رہا کہ سالانہ اجتماع میں معمول کی کاروائی کے دوران جو وقت ملتا، اس میں آپؒ کے ساتھ وقت گزرتا ۔ سالانہ اجتماع کے اختتام پر ہم اکٹھے لاہور آتے ۔آزادی چوک لاہور پر ویگن یا بس سے اترتے، سیدھے علامہ محمد اقبالؒ کے مزار پر جا کر فاتحہ کرتے ، اور سکندر بلاک، اقبال ٹاؤن لاہور کی طرف روانہ ہو جاتے ۔ یہاں ہمارے بزرگ بھائی نسیم احمدؒ کی رہائش تھی ۔نسیم احمدؒ ہمارے وہ بزرگ بھائی ہیں جنہوں نے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے متعارف کرایا تھا۔سید رضا علی شاہؒ کا نسیم احمدؒ سے خاص تعلق تھا۔ان کی رہائش گاہ پر ڈرائنگ روم میں قالین پر بلاتکلف بیٹھتے، لیٹتے، حال احوال اور گپ شپ جاری رہتی ۔سالانہ کنونشن کی مصروفیات اور آخری رات محفل سماع میں جاگنے کی وجہ سے نیند کا غلبہ فطری بات تھی ۔کھانا کھاتے، نماز ظہر وقت پر پڑھ لیتے اور بات چیت کے دوران ہی قالین پر سو جاتے ۔آنکھ کھلتی تو نماز عصر کا وقت اور چائے کا دور چل رہا ہوتا ۔دیر سے نماز عصر پڑھتے اور نسیم احمدؒ کے ہمراہ حضرت میاں میرؒ کے مزار پر آجاتے ۔یہاں فاتحہ کرتے ۔

حضرت میاں میرؒ کے مزار پر ان دو تین سالوں میں یہ ہوا کہ جب ہم فاتحہ کرنے کے بعد مزار کے دروازے سے باہر قدم رکھتے تو یہاں ایک بزرگ آدمی سید رضا علی شاہؒ کے گلے میں پھولوں کا ایک ہار ڈالتا ۔یہ بات ہمارے ہنسی مذاق کا موضوع بنتی ۔ ہمارا موقف یہی ہوتا کہ یہ ہار آپؒ کو کیوں پہنایا گیا؟ ہم ساتھ تھے، فاتحہ بھی پڑھی ،ہمیں بھی ایک ایک ہار پہنایا جانا بنتا تھا ۔ پہلے سال تو کچھ زیادہ دیر آپؒ نے خود کو پہنایا جانے والا ہار پہنے رکھا مگر اس کے بعد ہنسی مذاق شروع ہونے سے پہلے ہی آپؒ یہ ہار اتارتے اور راقم الحروف کو پہنا دیتے ۔پھولوں کا ہار موضوع ہوتا اور مذاق کے ماحول میں خوب قہقہے لگتے ۔واپسی پر نسیم احمدؒ ہمیں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ہاسٹل چھوڑتے ۔آپؒ کا طعام و قیام ہاسٹل میں ہوتا جہاں سے اگلی صبح دفتری اوقات شروع ہوتے ہی آپؒ راولپنڈی کے لئے روانہ ہو جاتے ۔

ایک مرتبہ ہم علامہ محمد اقبالؒ کے مزار سے فاتحہ کر کے سکندر بلاک اقبال ٹاؤن لاہور کی طرف ویگن میں بیٹھے تھے ۔آپؒ نے فرمایا کہ یار تم بتاتے میں تمہیں ڈاکٹر اقبال سے ملاتا ۔ذہن میں

نہ آیا کہ یہ کن کی بات کر رہے ہیں۔ پوچھا کہ کن سے ملواتے؟ فرمانے لگے: یار اپنے ڈاکٹر اقبالؒ سے۔ ذہن اب بھی اس طرف نہ گیا کہ یہ اپنے کن ڈاکٹر اقبالؒ سے ملوانے کی بات کر رہے ہیں۔ دوبارہ پوچھا: کون سے ڈاکٹر اقبال؟ فرمانے لگے: یار یہ جو اپنے ہیں ڈاکٹر علامہ اقبال۔ میں ان کی بات کر رہا ہوں۔ اب سمجھ آئی کہ بات کیا ہو رہی ہے۔ کہنے لگے: اچھا ٹھیک ہے، اگلے سال ملیں گے۔ اسی پر خاموشی ہوگئی۔ خاموشی تو ہوگئی مگر اپنی طبعیت تماش بین تھی، ساری گھڑیاں اور ان کی گھنٹیاں تو اسی بات پر تھیں کہ اگلا سال آئے تو یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کیا ماجرا ہے۔

سال گزر گیا۔ سالانہ کنونشن سے آزادی چوک لاہور آ گئے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے مزار کی طرف پیدل جا رہے تھے۔ سنجیدہ سا ماحول تھا۔ میں نے عرض کیا: پچھلے سال آپؒ نے ڈاکٹر اقبال سے ملوانا تھا۔ کہنے لگے: ہاں ٹھیک ہے، آج ان سے ملتے ہیں۔ مزار آیا۔ اندر داخل ہوئے۔ آپؒ نے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھائے، آنکھیں بند کر کے دعائے فاتحہ کر رہے ہیں۔ میں نے آنکھیں بند نہیں کیں اور نہ ہی کوئی لمبی چوڑی دعا مانگی۔ پورا دھیان آپؒ کی طرف اور نظر اقبالؒ کی قبر کے نشان پر تھی۔ اسی دوران ایک تیز روشنی قبر کے نشان پر ایک جگہ ہوئی اور فوری طور پر ختم ہوگئی۔ بس یہی کچھ ہوا۔ مزار میں ہماری کوئی آپس میں بات نہ ہوئی اور دونوں مزار سے باہر آ گئے۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی بات کرتا یا کچھ پوچھتا، آپؒ نے خود ہی فرمایا: یار بس تھوڑی سی روشنی دی ہے، آئے نہیں ہیں۔ یہ لوگ بھی مصروف ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ سالانہ کنونشن کے بعد لاہور آئے تو ساتھ راولپنڈی سے ہمارے ایک بھائی شاید جناب عبدالکریم صاحب بھی تھے۔ اس دفعہ آپؒ آستانہ عالیہ تو حیدیہ ۹۴۔ جی ماڈل ٹاؤن، لاہور گئے آپؒ کی شدید خواہش تھی کہ قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی آخری آرام گاہ پر فاتحہ کریں۔ یہ بھی معلوم تھا کہ آستانہ عالیہ تو حیدیہ پر قابض خاندان کسی کو فاتحہ کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کے باوجود آپؒ یہاں آئے۔ راقم الحروف کا لاہور قیام، تعلیم و ملازمت کے باوجود یہ پہلا موقع تھا جب آستانہ عالیہ تو حیدیہ پر جانا ہوا۔ آستانہ عالیہ تو حیدیہ پر چوکیدار کے ذریعے پیغام اندر گیا کہ یہ لوگ راولپنڈی سے

فاتحہ کے لئے آئے ہیں۔اندر بلایا گیا۔ایک کرسی پر بیٹھے عمر رسیدہ بندے نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور صاف کہا کہ آپ لوگ یہاں فاتحہ نہیں کر سکتے۔سید رضا علی شاہؒ نے اس سے کہا کہ ہم مسافر ہیں اور صرف فاتحہ کرنے آئے ہیں۔اس نے انکار کر دیا۔آپؒ نے مزید کوئی بات نہ کی اور خاموشی سے واپسی کا راستہ لیا۔باہر آئے۔آستانہ عالیہ تو حیدیہ کا ایک گیٹ دوسری طرف بھی تھا،اس گیٹ کے باہر ہم لوگوں نے فاتحہ پڑھی،اور کے۔بلاک(K-Block)ماڈل ٹاؤن لاہور کے وسیع میدان میں کچھ دیر آرام کے لئے بیٹھ گئے۔سید رضا علی شاہؒ فاتحہ سے روکنے والے اس بندے کو جانتے تھے جس کا نام انہوں نے اشرف بتایا۔راقم الحروف کو آستانہ عالیہ تو حیدیہ پر موجود ٹولے سے پہلا تاثر یہی ملا کہ یہ لوگ بدتمیز، بے ہودہ،اور بنیادی انسانی اخلاقیات سے بھی عاری لوگ ہیں،اور کچھ نہیں تو کم از کم انہیں ایک مسافر کا خیال کرنا چاہیے تھا۔

سید رضا علی شاہؒ سلسلہ عالیہ تو حیدیہ میں ایک خوشبو دار پھول کی مانند تھے۔آپؒ کی وجہ وفات SARS (Severe Acute Respiratory Syndrome) کا مرض بنا۔ آپؒ کو سانس کا عارضہ لاحق ہوا۔سول ہسپتال راولپنڈی گئے۔علاج کے بعد گھر واپس آ گئے۔ایک ہفتہ گھر پر رہے مگر افاقہ نہ ہو سکا۔طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔دوبارہ ہسپتال لے جایا گیا۔ہسپتال کے انتہائی نگہداشت وارڈ (ICU - Intensive Care Unit) میں ایک ہفتہ یا دس دن رکھا گیا۔شوگر لیول کم ہو جاتا تھا۔بالآخر آپؒ ۱۴ اپریل ۲۰۰۲ء بروز سوموار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔وفات کے وقت آپؒ کی رہائش ڈیری حسن آباد،راولپنڈی میں ایک کرائے کے مکان میں تھی۔آپؒ کو ڈیری حسن شاہ کے قبرستان الف شاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے،آپؒ کو اپنے برگزیدہ بندوں میں شامل فرمائے،آپؒ کے بچوں کو بہترین حال میں رکھے،اور دین و دنیا کی بہترین نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔آمین یا رب العالمین۔

میں نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے کیا پایا؟

(عبدالقیوم ہاشمی)

میرا نام عبدالقیوم ہاشمی ہے۔رہائشی تعلق گوجرانوالہ کینٹ کے قریب واقع گکھڑ، ضلع گوجرانوالہ سے ہے۔تعلیمی لحاظ سے میں نے گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ سے ۱۹۹۴ء میں ایم ایس سی ریاضیات (Mathematics) کیا۔ان دنوں گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ کا الحاق پنجاب یونیورسٹی لاہور سے تھا۔تعلیمی سلسلہ کے بعد کاروباری دنیا میں قدم رکھا۔ہمارے والد صاحب گکھڑ غلہ منڈی میں چاول کے تاجر تھے۔ہم تین بھائی ہیں:بڑے بھائی کا نام شیخ منصور احمد اور چھوٹے کا نام محمد یونس ہاشمی ہے۔چوتھا بھائی خرم شہزاد عرف سونا تھا جس نے ۲۰۰۴ء میں تیئیس (۲۳) برس کی عمر میں سڑک پر ایک حادثہ میں وفات پائی۔کاروباری زندگی میں کچھ عرصہ ہم نے چاول کی تجارت کی۔۲۰۰۰ء کے لگ بھگ ہم نے ننگرام میں ایک فلور مل لیز پر لی جسے پانچ چھ سال چلایا۔پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں زلزلہ کے بعد کاروباری حالات خراب ہو گئے۔۲۰۰۶ء میں گکھڑ کے قریب اپنی فلور مل کی تعمیرات شروع کیں جس نے ۲۰۰۷ء کے وسط میں کام شروع کر دیا۔اس فلور مل کا نام سونا فلور مل ہے جو ہمارے فوت شدہ بھائی خرم شہزاد عرف سونا کے نام پر ہے۔سونا فلور مل گکھڑ ہے جو گوجرانوالہ کینٹ کے علاقہ میں ہے۔ہم تینوں بھائی اس کاروبار سے وابستہ ہیں۔

میرا خاندان شیخ ہاشمی کہلاتا ہے جس نے ضلع انبالہ انڈیا سے پاکستان ہجرت کی۔ہمارے دادا، پردادا ضلع انبالہ انڈیا میں علاقہ کے نمبردار اور زمیندار تھے۔ہمارے دادا کو گکھڑ سے دو تین کلومیٹر کے فاصلے پر زمین الاٹ ہوئی، جو یہاں آباد ہوئے۔میرے والد نے بدوکی سے گکھڑ آ کر گھر بنایا، آباد ہوئے، اور ۱۹۸۹ء میں کینسر کے مرض سے سینتالیس (۴۷) سال کی عمر میں وفات پائی۔سلسلہ توحیدیہ میں ہمیں سب ہاشمی کے طور پر جانتے ہیں جبکہ کاروباری دنیا میں ہماری پہچان شیخ ہے۔

مذہبی سوچ وعقائد میں میرے ننھیال اور ددھیال دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ننھیال میں مذہبی رجحان زیادہ تھا جبکہ ددھیال زیادہ مسلکی سختی اور پابندیوں سے آزاد تھا۔ہم نے جس مدرسہ سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا وہ قاری صاحب بریلوی تھے۔میرے والد صاحب اوران کے خالہ زاد بھائی حضرت علی ہجویریؒ کے عرس میں ضرور شرکت کرتے،جہاں چاول کی دیگیں پکوا کرلے جاتے،اور تقسیم کرتے تھے کبھی ہم بچے بھی ساتھ چلے جاتے۔

میں بی ایس سی کا طالب علم تھا جب میری وحید احمد صاحب سے امتحانات کے دوران ملاقات ہوگئی ہم محلے دار تھے مگر اب تعلیمی رابطہ بھی ہوگیا۔مجھے اور وحید احمد صاحب کو اسلامی کتب پڑھنے کا شوق تھا۔بلدیہ گکھڑ میونسپل کارپوریشن میں حسن صدیقی میموریل لائبریری ہے۔ہم لوگ یہاں سے کتب لیتے،پڑھتے اوران کتب کا آپس میں تبادلہ کرتے رہتے۔بی ایس سی کے بعد فراغت تھی۔میں نے وحید احمد صاحب سے کہا:میں آج کل فارغ ہوں۔آپ کے پاس کوئی کتب ہیں؟وحید احمد صاحب نے کہا:نہیں ہیں۔ایک دو کتب ہیں۔وہ مشکل ہیں،سمجھ نہیں آتیں۔میں نے کہا:ایسی کون سی کتاب ہے جو مجھے سمجھ نہ آئے۔ان سے کتاب مانگی تو انہوں نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی کتاب 'حقیقت وحدت الوجود' دے دی۔میں نے یہ کتاب پڑھی تو اندر سے ہل گیا کہ یہ تو بڑی زبردست کتاب ہے۔ایک دفعہ پڑھی،کچھ سمجھ آئی۔دوبارہ پڑھی۔میں نے وحید احمد صاحب سے کہا کہ یہ کن کی کتاب ہے؟یہ تو بڑے زبردست بندے ہیں۔یہ کون ہیں؟انہوں نے کہا کہ یہ میرے والد صاحب کے پیر ہیں۔مجھے دکھ ہوا کہ یہ کیسے بندے ہیں،اتنا اچھا لکھا ہے اور پیر بن گئے ہیں۔میں نے پوچھا:یہ زندہ ہیں؟وحید احمد صاحب نے کہا:نہیں،یہ فوت ہو چکے ہیں مجھے اس سے بڑا دھچکا لگا کہ اتنی زبردست شخصیت ہیں مگر یہ فوت ہوگئے ہیں۔میں نے پوچھا:ان کی کوئی اور کتاب بھی ہے؟وحید احمد صاحب نے کہا:اور کتابیں ہیں مگر میرے پاس نہیں ہیں۔میں آپ کو کسی سے منگوا دوں گا۔

انصاری صاحبؒ کے ایئر فورس سے ریٹائرڈ ایک مرید رانا اظہر خانؒ راہوالی میں پڑھانے آتے تھے یہ 'نت کلاں' کے رہائشی تھے۔کتب 'چراغ راہ' اور 'طریقت' تو حید یہ ان سے ملیں تو تعلیم کو سمجھا۔آخر میں کتاب 'تعمیر ملت' پڑھی۔وحید احمد صاحب سے کہا:میں نے ان بزرگوں کو ملنا ہے۔وحید صاحب نے بتایا کہ انصاری صاحبؒ کے تربیت یافتہ ہیں محمد صدیق ڈار صاحب۔میں ان کے پاس گیا تھا،ان سے بیعت ہوگیا ہوں۔

تعلیم میں زندہ مرشد سے بیعت ہونا لکھا تھا۔ میں نے کہا کہ چلوان سے ملتے ہیں۔

چھپھر والی، گوجرانوالہ میں کلیم اللہ صدیقی کا تعمیر ملت سکول تھا۔ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نوکھر سے ہر ماہ کے پہلے جمعہ کو یہاں تشریف لاتے۔ جمعہ چھٹی کا دن تھا۔ پروگرام صبح دس بجے شروع ہوتا، ملنے والے آتے رہتے، وعظ و نصیحت کی محفل جاری رہتی۔ نماز جمعہ کے بعد کھانا کھا کے سب کی واپسی ہوتی۔ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کو نوکھر سے لانے اور واپس لے جانے کی ذمہ داری شیخ محمد اکرم صاحب سرانجام دیتے تھے۔ مہینے کا پہلا جمعہ آیا تو وحید صاحب نے کہا کہ ادھر ہی چلتے ہیں۔ جاتے ہوئے انہوں نے محلے کی دکان سے برفی لے لی۔ میں نے کہا: میں بھی جا رہا ہوں، ایک اور بھی لے لیں۔ میرا اک ڈبہ بھی ساتھ ہو گیا۔ وحید صاحب نے تعارف کرایا۔ قبلہ ڈار صاحبؒ نے مٹھائی کے بارے میں پوچھا کہ یہ کس لئے ہے؟ وحید صاحب نے کہا کہ یہ قیوم صاحب بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ میں اندر سے تذبذب میں مبتلا ہو گیا کیونکہ بیعت ہونے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ باباجی قبلہ ڈار صاحبؒ نے میرے لئے آسانی کر دی اور فرمایا: برفی ایڈوانس میں کھا لیتے ہیں، بیعت بعد میں کر لیں گے۔ باباجیؒ نے کہا کہ مٹھائی بڑی زبردست ہے۔ کھوپرے والی برفی ہوتی تھی، یہ بڑی دیر چلتی رہی۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعۃ المبارک یہ پہلی ملاقات تھی۔

کتاب 'طریقت تو حیدیہ' میں ہے کہ آپ ذکر اذکار شروع کر دیں۔ میرا اللہ اللہ کرنے والا کام تھوڑا سست تھا۔ نمازیں پڑھتا تھا مگر ذکر کوئی خاص نہیں کرتا تھا۔ کبھی کر لیا کبھی ناغہ ہو گیا۔ اگلی محفل میں دو ماہ بعد شریک ہوا۔ باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی محفل میں گئے۔ اتنا سمجھ آ گیا کہ بڑی نارمل شخصیت ہیں، پیروں فقیروں والے روایتی حلیہ سے مختلف نظر آئے۔ باباجی انصاری صاحبؒ نے جو لکھا ہے ان تعلیمات سے Match (مطابقت) کرتے ہیں۔ اس ماہانہ محفل سے واپسی پر جب اجازت لیتے ہوئے ہاتھ ملایا تو باباجیؒ نے ہاتھ تھوڑا سا دبایا اور فرمانے لگے: آپ کے ہاتھ بھی ٹھنڈے ہیں اور آپ کا ذکر بھی ٹھنڈا چل رہا ہے۔ ساتھ ہی توجہ دی۔ اس وقت تو سمجھ نہیں تھی کہ یہ توجہ کیا ہوتی ہے مگر دل میں کچھ پھڑ پھڑاہٹ ہوئی۔ راستے میں بھی ایسا ہی رہا۔ مجھے سمجھ نہ آئے کہ یہ دل کو کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ یہ (باباجیؒ) نگرانی کرتے ہیں۔ دوبارہ ملاقات ہوئی اور ذکر نہ کیا ہوا ہوگا تو شرمندگی ہوگی۔ میں نے سوچا کہ اگلی دفعہ جانے سے پہلے ذکر صحیح کر کے جانا ہے۔ مہینہ خوب ذکر کیا۔ اس کے اثرات بھی محسوس ہوئے۔

اگلی مجلس یکم جنوری ۱۹۹۳ء بروز جمعۃ المبارک تھی۔ سرگودھا سے راجہ خضر حیات صاحب کے

ساتھ ابرار احمد صاحب بیعت ہونے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ نت کلاں والے رانا اظہر خاںؒ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ آپ بیعت ہونے کے لئے آگے آجائیں۔ میں پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے ذکر کرتے تین ماہ ہوئے تھے، اندر قبولیت پیدا ہو چکی تھی مگر میرا خیال تھا کہ بیعت ہونے سے پہلے چھ مہینے ذکر پورا کرنا ہوتا ہے۔ رانا اظہر خاںؒ نے باباجیؒ سے بیعت کا کہا۔ باباجیؒ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ آپ بھی آگے آجائیں۔ میں بیعت ہو گیا۔ باباجیؒ نے کہا کہ مٹھائی تو ایڈوانس کھائی تھی۔

باباجیؒ نے رانا اظہر خاں سے فرمایا کہ آپ گکھڑ میں چار بھائی ہو گئے ہیں تو وہاں حلقہ ذکر کریں۔ اظہر خان صاحب کی ڈیوٹی لگی، انہیں خادم حلقہ بنا دیا گیا۔ ہم چار پانچ بھائی تھے۔ حلقہ ذکر حاجی احمد صاحب کی رہائش گاہ پر شروع ہوا۔ حاجی احمد صاحب راولپنڈی میں خواجہ ولی محمد صاحب کے ساتھ صرافہ بازار میں زرگر تھے۔ خواجہ ولی محمد صاحب نے انہیں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات سے متعارف کرایا، حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے متعارف کرایا، اور یہ انصاری صاحبؒ سے بیعت ہوئے تھے۔ راولپنڈی سے گکھڑ آباد ہوئے تھے۔ ان کا تیل کا کاروبار تھا۔ حاجی احمد صاحب سلسلہ توحیدیہ میں دعوتی لحاظ سے متحرک نہیں تھے مگر سلسلہ کے اجتماعات وغیرہ میں شرکت کرتے تھے۔ ان کی رہائش گاہ پر حلقہ ذکر شروع ہوا تو دعوتی و تبلیغی سرگرمی نظر آئی۔ محلّہ داروں کو ذکر میں بلا لیا جاتا۔ دوست احباب کو سلسلہ توحیدیہ کا تعارف کرایا گیا گکھڑ حلقہ میں کم و بیش تیس (۳۰) افراد بیعت ہو کر سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد سے تا حال گکھڑ میں باقاعدہ حلقہ قائم ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ کئی لوگ بکھر گئے، کئی لوگ غیر فعال ہو کر چلے گئے، کئی نئے لوگ آئے، اور کئی لوگ ابھی تک ساتھ چل رہے ہیں۔ حلقہ توحیدیہ گکھڑ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے متعارف ہونے والے نئے لوگ کوئی خاص مذہبی نہیں تھے۔ ہم باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے دورہ جاتی پروگرام مہینے دو مہینے بعد کراتے تھے۔ کئی لوگ ان میں شریک ہوتے، کھلے ماحول میں گپ شپ ہوتی۔ یہ لوگ باباجیؒ کی شخصیت اور تعلیم سے متاثر ہوتے۔

مجھے ۹۷۔۱۹۹۶ء میں خادم حلقہ توحیدیہ گکھڑ بنایا گیا۔ یہ ڈیوٹی ۰۱۔۲۰۰۰ء تک رہی۔ میرے کاروباری سلسلہ میں ننگرام جانے کے بعد یہاں حاجی احمد صاحب، وحید احمد صاحب، یونس ہاشمی صاحب، اور عثمان صاحب خادم حلقہ رہے۔ ۰۷۔۲۰۰۶ء میں ننگرام سے واپس گکھڑ آیا۔ ۲۰۱۱ء میں ڈی سی کالونی گوجرانوالہ آ گئے۔ یہاں باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی وفات سے چار چھ مہینے قبل حلقہ ذکر کی اجازت لی

کچھ نئے لوگ آئے مزید گوجرانوالہ سے بھائی شرکت کرتے رہے۔ یہ حلقہ ذکر پانچ چھ سال جاری رہا۔ اس علاقے میں ایک حلقۂ ذکر اب مرکز تعمیر ملت پر ہوتا ہے۔

ذکر اذکار کے معاملات پہلے ایک دو ماہ سست رہے مگر پھر ٹھیک ہو گئے۔ بے عملی کی شرمندگی سے بچنے کے لئے ذکر اذکار میں باقاعدگی آئی۔ اس کے بعد سب A-one بہترین چلتا رہا۔ پاس انفاس پر خاص توجہ دیتا۔ نفی اثبات کی ایک تسبیح معمول رہا۔ بہت Extra (زیادہ) نہیں کیا مگر مستقل مزاجی الحمد للہ قائم رہی۔ ذکر اذکار میں ناغے یا سستی کے حوالے سے میرے ساتھ یہ ہوا کہ جیسے کسی چیز کی پیاس یا کمی ہو تو بندہ اس کو پورا کر لیتا ہے۔ وقتی طور پر ناغہ یا سستی ہوئی تو وہ پیاس زیادہ بڑھ جایا کرتی تھی، ذکر سے یہ اثر زائل کر لیا جاتا ہے۔ Slow (سست) بھی ہو گئے، تیز بھی ہو گئے، بالکل چھوڑنے والا کام نہیں ہوا۔

باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ سے نوکھر میں خط وکتابت کے ذریعے بھی رابطہ رہا۔ میرے پاس کوئی آٹھ دس ایسے خطوط تھے جن میں باباجیؒ کی طرف سے ہدایات کی ایک ترتیب تھی۔ یہ خطوط گکھڑ سے گھر شفٹ کیا تو گم ہو گئے۔ بیعت ہونے کے کوئی دو تین ماہ بعد میں نے باباجی کو خط لکھ کر کیفیات کا بتایا تو باباجی نے جواب میں لکھا کہ اللہ نے آپ کو روحانیت کی خصوصی نعمت عطا کی ہوئی ہے۔ پانچ چھے سال بعد باباجیؒ نے یہ ہدایت دی کہ آپ سبحان اللہ خوش الحانی سے تسبیح کیا کریں۔ میں قرآن پاک کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ کرتا تھا۔ ۱۹۹۹ء میں باباجیؒ نے لکھا کہ قرآن کریم کی تلاوت کو بڑھائیں۔ اس ہدایت پر پھر میں نے ترجمہ کے بغیر قرآن کریم پڑھا۔ یہ تلاوت والی بات اس کے علاوہ تھی۔ خاص طور پر میں نے ایک سبحان اللہ کی تسبیح اور دوسرا یہ تلاوت قرآن پاک اضافی کیں۔ فراغت کے لمحات تھے، میں دو تین سپارے یا ان سے کچھ زیادہ پڑھ لیتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ باباجیؒ نے صحیح Point out (نشاندہی) کیا۔ یہ شاید ایسا کوئی Stage (مقام) تھا کہ اگر میں زیادہ قرآن پاک نہ پڑھتا تو میرے سامنے وہ لذت نہ آتی اور میں اس سے نا آشنا رہتا۔ یہ ذوق کے ساتھ اور شوق کے ساتھ ہوا۔ اس کے علاوہ باقی سب نارمل رہا۔ عبادات کوئی خاص نہیں کیں۔

ذکر اذکار کرنے سے جو فرق محسوس کیا اس میں سے ایک یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اللہ کے ساتھ تعلق اور رشتہ میں ترقی اور مضبوطی دیکھی۔ اخلاق کے تزکیہ کی کوشش کی کہ بہتر سے بہتر ہو جائے۔ ذکر اذکار سے جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں وہ کیفیات کوئی خاص بتا نہیں سکتے۔ چیزیں کھلی بھی ہیں، اللہ کا شکر ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اتنی میں نے محنت نہیں کی جتنا اللہ نے نوازا ہے۔ جو دل میں خواہش کی اللہ نے اس سے بڑھ کر دیا ہے۔ روحانی حوالے سے زندہ اور مردہ والی بات ہے۔ اللہ نے زندگی میں سکون واطمینان عطا کیا ہے۔ اللہ سے تعلق میں مضبوطی اور اس کی ذات پر بھروسہ بڑھا ہے۔ اللہ کو محسوس کرنے والا معاملہ جو ہے جب یہ انسان پر وارد ہوتا ہے تو اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان زندہ ہے۔ ایمان اور اسلام کی Purity (اخلاص) والی بات واضح ہوتی ہے۔ یہ سمجھنے کی باتیں ہیں، بتانا مشکل ہے۔ دنیاوی حوالے سے بھی بہت کچھ عطا ہوا۔ تربیت کے حوالے سے نفسانفسی کے عالم میں الحمد للہ قلبی سکون ہے۔ اللہ کی تسلیم ورضا والی بات ہے۔ سلسلۂ توحیدیہ کی تعلیم کا مجھ پہ سب سے بڑا احسان اللہ کی محبت سے آشنائی اور قرب خداوندی کا حصول ہے، یہ عرفان و تعلیم مجھے کہیں اور موجود و میسر معلوم نہ ہوئیں۔

راہِ سلوک میں ایک سالک کو بہت سی روحانی نعمتیں اور بشارتیں بھی اللہ کے فضل سے ملتی ہیں، لیکن ان پہ ہی اکتفا کر کے سالک نہیں بیٹھ سکتا۔ انسان کی آزمائش مرنے تک جاری رہتی ہے۔ اس لئے اسے ہر لحظہ خود احتسابی اور تزکیۂ نفس کی طرف دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے سانپ اور سیڑھی کا جو کھیل ہوتا ہے۔ اس لئے روحانی زیارتیں اور بشارتیں جو ہیں ان پر زیادہ تکیہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس راہ میں سالک کو بہت محتاط چلنا پڑتا ہے۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ لوگ اپنے عدم احتیاط سے اعلیٰ روحانی مراتب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تصوف یا روحانیت میں بسا اوقات ان سے انسان میں تکبر آ جاتا ہے جو بہت بڑی روحانی رکاوٹ ہے۔

میں خادم حلقہ بھی رہا اور مجلّہ فلاح آدمیت کے ایڈیٹر (Editor) کی ذمہ داری بھی سونپی گئی قبلہ محمد یعقوب صاحب نے ۲۰۲۲ء کے سالانہ اجتماع کے موقع پر مجاز بنانے کا اعلان کیا، بعد ازاں تحریری پروانہ موصول ہوا۔ مرشد Trust (اعتماد) کر کے کوئی ذمہ داری دیتے ہیں، اگر احساس ہو تو بندہ کسی قسم کی سستی، کاہلی کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ بندہ پھر Extra (زیادہ) کوشش بھی کرتا ہے۔ بابا جی قبلہ ڈار صاحبؒ کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا، خصوصی محبت کرتے تھے، خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ مجلّہ فلاح آدمیت کا ایڈیٹر بنایا تو میں اس کام کو بالکل نہیں جانتا تھا۔ بابا جیؒ کے ساتھ اکیلے میں جب بات چیت ہوتی تو بڑا مزا آتا مطالعہ تو میرا بھی تھا شاید اسی وجہ سے تین چار سال ایڈیٹر رہا۔ اس مجلّہ کے حوالے سے بالمشافہ ملاقاتیں بہت رہیں۔ ہفتہ دس دن اگر Side پر (کہیں دور) رہا تو رابطہ ہو جاتا۔ حلقہ کے حوالے سے خاصے

Conscious (فکرمند) تھے۔ بڑا اچھا Tempo (مزاج) بنا ہوا تھا۔ مجلّہ میں اشاعت کے لئے کوئی مضمون آتا تو اسے Discuss کرتا کہ یہ شائع ہو یا نہ ہو۔ یہ ایک بہترین دور تھا۔

باباجی قبلہ ڈار صاحبؒ میں جو خاص خاص باتیں دیکھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ اللہ کے ساتھ Attachment (لگاؤ) اور محبت کی باتیں ان کی گفتگو میں سامنے آتی تھیں۔ بات چیت کے دوران Through out (ہر طرح سے) یہ چیز نظر آتی کہ گفتگو کوئی بھی ہو رہی ہوتی، اس کا زاویہ اللہ کی طرف موڑ لیتے تھے۔ یہ گفتگو کی خوبی تھی کہ بات کو چلتے چلتے اللہ والی لائن پر لے آتے۔ اس طرح سامعین گفتگو میں اللہ کی محبت کے حصار میں آجاتے تھے۔ خوش مزاجی اور تعلیم وتربیت میں جس قدر دیکھا، غور کیا، اور سمجھا تو متاثر کن ہی ہوئے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ سے محبت کا رشتہ چھپائے نہیں چھپتا تھا، عیاں ہو جاتا تھا۔ خود بات کر رہے ہوتے یا کوئی دوسرا بات کرتا، اس میں انصاری صاحبؒ کا ذکر آتے ہی آپؒ کے چہرہ سے ایک طمانیت، جذبات اور محبت کا تعلق ظاہر ہو جاتا تھا ا سے ہر کوئی محسوس کر سکتا تھا۔

قبلہ ڈار صاحبؒ کے بعد باباجی قبلہ یعقوب خان صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ شیخ سلسلہ بننے سے پہلے بھی باباجی قبلہ یعقوب صاحب سے ملاقات تو تھی مگر رابطہ اتنا نہیں تھا۔ یہ مرکز پر یا اجتماعات میں ہی ملتے تھے۔ مرکز تعمیر ملت پر ہر ماہ کے پہلے اتوار آپ سب سے پہلے پہنچنے والوں میں ہوتے تھے گوجرانوالہ کے حلقہ سے یا دیگر مقامی حلقہ جات سے بھائی بعد میں مرکز تعمیر ملت پہنچتے تھے۔ وقت کی خاص پابندی کرتے۔ بڑی Humble (عاجز) اور پرخلوص شخصیت ہیں۔ اپنے آپ کو زیادہ نمایاں نہیں کرتے تھے لیکن حلقہ کی تعلیمات پر عمل کے لحاظ سے بڑی Outstanding position (غیر معمولی صورتحال) تھی۔ متاثر کن تھے۔ ہم نے انہیں ہمیشہ خوش مزاج اور ملنسار پایا۔ اب شیخ سلسلہ ہیں تو الحمدللہ بڑے اچھے انداز سے سلسلہ چلا رہے ہیں۔ اپنی Capacity (استعداد) سے بڑھ کر کوشش کرتے ہیں۔ بعض حوالوں سے ہم عمر کے فرق کو دیکھتے ہیں تو حلقے کے کام اور معاملات میں جوانوں سے بڑھ کر Active (متحرک) ہیں۔

قبلہ ڈار صاحبؒ اور قبلہ یعقوب صاحب میں مشترک بات یہ ہے کہ انصاری صاحبؒ سے صحیح معنوں میں فیضیاب ہوئے ہیں، یہ محسوس ہوتا ہے۔ اندر سے سلسلہ کی تعلیمات کے Climax (عروج) کو دونوں بزرگوں نے پایا ہے۔ صحبت اور اس کے اثرات باقاعدہ محسوس ہوتے ہیں۔ یہ پتا چلتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ محسوس نہ ہو۔ یہ پتا چلتا ہے۔ خفیہ باتیں الگ ہو سکتی ہیں جو ظاہر نہ ہوں مگر یہ صحبت اور فیض

محسوس کرنے والی باتیں ہیں ۔ جوں جوں بندہ ترقی کرتا ہے تو بندہ بزرگوں کی کیفیت اوران کی روحانیت کو اسی قدر سمجھتا ہے، جس سے اندازہ ہو جاتا ہے ۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ باطنی معاملہ ہے ۔

قبلہ محمد یعقوب صاحب اور انصاری صاحبؒ میں مطابقت کے بارے میں یہ ہے کہ میری انصاری صاحبؒ سے ملاقات تو نہیں ہے، تعلیمات اور کتب سے تعارف ہے ۔ بالمشافہ ملاقات نہیں ہے ۔ پہلے قبلہ ڈار صاحبؒ اور اب قبلہ یعقوب صاحب میں انصاری صاحبؒ سے کوئی فرق کیا نہیں جا سکتا ۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرنا، ان کے مشن سے Devotion (لگاؤ)، اس مشن کو صحیح معنوں میں لے کر چلنا، اور اس کے لئے قربانیاں جو ہیں ان سے یہ نظر آ جاتا ہے اور ایک مماثلت والی بات نظر آ جاتی ہے ۔ سلسلہ کی تعلیمات کی اشاعت اور فروغ میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا ۔ قبلہ ڈار صاحبؒ نے جو شروع کیا اسے قبلہ یعقوب صاحب آگے بڑھا رہے ہیں ۔ مجلّہ کو ہی دیکھ لیں ۔ یہ جیسے شروع ہوا اسی طرح آگے چلایا جا رہا ہے ۔ ہمارے معروضی معاشرتی حالات وواقعات اور ماحول ہی ایسا ہے جس کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیم جس طرح پھیلنی چاہئے تھی، اس طرح آگے نہیں بڑھ پائی ۔ بزرگوں کی کاوشوں میں فرق نہیں ہے ۔ ان کی طرف سے پوری کوشش ہے، رابطہ ہے، ہمت ہے، Updated (آگاہ) ہیں ۔ ان میں کوئی کمی نہیں ہے ۔

سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کی اشاعت وترویج کے بارے میں میرا خیال ہے کہ Overall (مجموعی طور پر) پاکستان کے معاشرہ کے مسائل اور بگاڑ اس طرح کا ہے کہ یہ بڑی Delicate (اعلیٰ) قسم کی تعلیم ہے ۔ اسے سمجھنے کے لئے جو پہلے سے ہی ذہین ہو، وہ سمجھ سکتا ہے ۔ ایسے لوگ تلاش کرنا، ان تک تعلیم پہنچا دینا، لٹریچر سے یہ کام ہو رہا ہے ۔ اگلے بندے کا اس پر عمل درآمد کرنا، اس کے لئے آگے والے میں جذبے کا فقدان ہے ۔ ہمارے سینئر بھائی اور بزرگان جو ہیں، جنہیں انصاری صاحبؒ کی طرف سے نسبت ہے، جن کی تعریف انصاری صاحبؒ کیا کرتے تھے، یہی بزرگ ہمارے پاس موجود ہیں ۔ انہوں نے انصاری صاحبؒ کی تعلیم پر کما حقہ عمل بھی کیا ہوا ہے ۔ معاشرے کا بگاڑ ایسا ہے کہ کوئی اس طرف آنا ہی نہیں چاہتا ۔ وَمَا عَلَينَا اِلَّا البَلَاغُ المُبِين والی بات ہے ۔

سلسلہ کی تعلیم تو ہم واقعی پہنچا رہے ہیں ۔ ماہوار مجلّہ ہے، کتب کی اشاعت ہے، باباجیؒ کے دورے ہیں، اور بھائیوں کے یہ حلقہ جات ۔ وہ چیزیں بھی جو انصاری صاحبؒ کے دور میں نہیں تھیں اب وہ

بھی ہو رہی ہے۔ جیسے مجلّے کی اشاعت ہے اور یہ سوشل میڈیا ہے۔ اب تعداد کم ہے، پہلے زیادہ تھی۔ اب تعداد کا موازنہ نہیں بنتا۔ مجھے یاد ہے ۹۴۔۱۹۹۳ء یا ۱۹۹۶ء کے اجتماعات تھے۔ ہمارے بزرگ بھائی الحاج محمد مرتضیٰؒ فرماتے تھے کہ حلقے کی تعداد زیادہ نہیں ہوگی۔ وہ کہتے تھے کہ یہ تین سو (۳۰۰) یا چار سو (۴۰۰) لوگ ہی رہیں گے۔ تعداد نہیں بڑھے گی۔ اس وقت حلقہ ٹوٹ جانے اور تقسیم ہو جانے کی بات ہوتی تھی۔ وہ الحاج محمد مرتضیٰؒ کہتے تھے کہ تعداد کی بات نہ کریں۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں یہ بات کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا تھا کہ مادیت کے دور نے تیزی سے ہر ایک چیز کو جکڑ لیا ہے۔ جو بندہ روحانیت کی طرف آئے گا، اسے روحانیت خوب ملے گی مگر معاشرہ جو ہے یہ مادیت کی طرف جائے گا۔ آپ آگے ضرور پھیلائیں، یہ اس طرح پھیلے گا نہیں۔ پہنچانے والی بات تو ہے۔

یہی بات ہے۔ لوگوں کا اپنا اپنا Mind set (ذہن) بن چکا ہے، اس میں ہر کوئی مگن ہے۔ انصاری صاحبؒ بھی فرمایا کرتے تھے کہ پہلے تو اچھا مسلمان بننا پڑے گا، اس کے بعد سلسلے کی تعلیمات ہیں۔ ہمارا ہر تو حیدی بھائی بہت اچھا ہے۔ کمی تو نہیں کہہ سکتے مگر بہتر سے بہتر کرنے کے لئے ہر ایک کو کوشش میں لگے رہنا چاہئے۔ بہترین قسم کی تعلیم ہمارے بزرگوں نے دے دی ہے۔ آگے سستی ہے یا طلب کی کمی ہے تو وہ ہماری طرف سے ہے۔ جو حلقہ کے حوالے سے زیادہ Active (متحرک) ہیں، میں ان کو ہی زیادہ بڑا بزرگ سمجھتا ہوں۔ کسی کو کیا نظر آرہا ہے، کسی نے کیا دیکھ لیا ہے، میں اسے کسوٹی نہیں سمجھتا۔ جو حلقہ کے لئے زیادہ کوشش کر رہا ہے وہی روحانی طور پر زیادہ ترقی کر رہا ہے۔ ایک سوال پر کہ کون زیادہ ترقی کر رہا ہے؟ قبلہ ڈار صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے اردگرد دیکھیں، جو حلقہ کے لئے زیادہ Active (متحرک) ہیں، وہ سلوک میں بھی آگے ہیں۔ میں بھی انہیں ہی سلوک طے کرنے میں آگے سمجھتا ہوں۔ اس طرح کے لوگوں میں ہمارے کوئی بھائی پیچھے نہیں ہیں۔ مرشد کے منہ سے سنی گئی باتیں جو ہیں، ہم ان سے انکار نہیں کر سکتے۔ یہ کسرِ نفسی اور عاجزی والی بات نہیں ہے۔ جو مرشد کہہ دے، اسے تسلیم کر لینا چاہئے۔ یہ احساس جو ہے اسے اللہ کا فضل ہی کہنا چاہئے۔ اسے ماننا چاہئے جو نعمت اللہ نے عطا کی ہے۔ آخر میں میں یہی کہوں گا کہ سلسلہ توحیدیہ کی بدولت میں نے اللہ کی مستقل یاد، اس کی محبت، معرفت اور قرب و رضا کو الحمدللہ پایا ہے۔

اپنے آپ کو پہچان!

(امام غزالیؒ)

فصل: اے عزیز جو کچھ بیان ہوا اس سے تو نے یہ جان لیا کہ خواہش اور غصہ کو کھانے پینے اور بدن کی حفاظت ہی کے لئے خدا نے پیدا کیا ہے تو یہ دونوں بدن کے خدمت گار اور کھانا پینا بدن کا چارہ ہے اور بدن کو حواس کا بوجھ اٹھانے کے لئے پیدا کیا ہے تو بدن حواس کا خادم ہے اور اس کو عقل کی جاسوسی کے لئے پیدا کیا ہے۔ دل کی شمع اور چراغ ہے اور اس کی روشنی میں درگاہِ الٰہی دل کو نظر آئے کہ یہی دید دل کی بہشت ہے، عقل دل کی خادمہ ہے اور دل جمالِ الٰہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ جب دل اس نظارہ میں مشغول ہوا تو بندہ خدا کی درگاہ کا خادم بنا۔ حق تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُون. (سورۃ الذاریات ۵۱۔آیت ۵۶)

میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی بندگی کے لئے۔

اس کے یہی معنی ہیں پس دل کو پیدا کر کے اسے ملک، لشکر اور سواری بدن کی اسی لیے دی کہ عالم خاک سے اعلیٰ علیین کی سیر کرے۔ اگر کوئی اس نعمت کا حق ادا کرتا اور بندگی کی شرط بجالاتا ہے تو چاہیے کہ بادشاہ کی طرح مسند پر بیٹھے اور خدا کی درگاہ کو اپنا مقصود و قبلہ بنائے اور آخرت کو اپنا وطن اور ٹھہرنے کی جگہ قرار دے، اور دنیا کو منزل، بدن کو سواری، ہاتھ پاؤں کو خدمت گار۔ عقل کو وزیر، خواہش کو مال کا نگہبان، غصہ کو کوتوال، اور حواس کو جاسوس بنا کر ہر ایک کو ایک ایک کام پر لگا دے، کہ وہاں کی خبر لائیں۔ اور قوت خیال جو دماغ میں پچھلی طرف ہے، اسے خبروں کا محافظ دفتر قرار دے کہ اخبار کے پرچے اس افسر سے لے کر حفاظت سے رکھے اور وقت پر وزیر عقل سے عرض کرے اور وزیر ان سب چیزوں کے موافق جو ملک سے اسے پہنچی ہیں، ملک کا انتظام اور بادشاہ کے سفر کی تدابیر کرتا رہے۔ وزیر عقل بھی اگر دیکھے کہ لشکر میں سے مثلاً خواہش، غصہ وغیرہ بادشاہ سے منحرف ہو گیا اور اطاعت و فرمانبرداری سے باہر ہو گیا اور رہزنی کرنا چاہتا ہے تو جہاد کی طرف متوجہ ہو کر پھر راہ پر لے آئے اور اسے مار ڈالنے کا ارادہ نہ کرے۔ کیونکہ سلطنت اس کے بغیر درست نہ رہے گی

بلکہ ایسی تدابیر کرے کہ ان کو قابو میں لائے کہ جو سفر درپیش ہے اس میں وہ یار و مددگار رہیں، دشمن نہ ہو جائیں۔ رفاقت کریں، چوری ڈکیتی عمل میں نہ لائیں۔ جب ایسا کیا تو سعید و نیک بخت ہو گیا اور نعمت کا حق ادا کر دیا اور اس خدمت کے عوض سرفرازی کا خلعت وقت پر پائے گا اور اگر اس کے خلاف عمل میں لایا، دوسرے ڈکیتی کرنے والے باغیوں اور دشمنوں سے مل گیا تو نمک حرام اور بد بخت ہو گیا۔ اور اپنی اس بداعمالی کی سخت سزا پائے گا۔

فصل: اے عزیز جان کہ آدمی کو ہر ایک لشکر سے جو اس کے باطن میں ہے ایک تعلق ہے اور ہر لشکر کے سبب آدمی میں ایک صفت اور خلق پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض اخلاق برے ہیں جو آدمی کو تباہ و برباد کرتے ہیں اور بعض اچھے ہیں کہ آدمی کو درجہ سعادت پر پہنچا کر عالی مرتبت کرتے ہیں۔ وہ سب اخلاق اگرچہ بہت ہیں لیکن چار قسم کے ہیں: چارپایوں کے اخلاق، درندوں کے اخلاق، شیطانوں کے اخلاق اور ملائکہ کے اخلاق۔ چونکہ آدمی میں لالچ اور خواہش ہے اس لحاظ سے چارپایوں کے سے کام کرتا ہے۔ مارنے مار ڈالنے، لوگوں سے گالی گلوچ ہاتھا پائی کرنے پر شیر ہوتا ہے۔ حیلہ و مکر کرنا، لوگوں میں فساد ڈالنا چونکہ آدمی میں موجود ہے اس وجہ سے شیطان کے سے کام کرتا ہے۔ اور چونکہ اس میں عقل ہے اس لئے فرشتوں کے سے کام کرتا ہے مثلاً علم کو دوست رکھنا، برے کاموں سے پرہیز کرنا، لوگوں کی اچھائی چاہنا، ذلیل کاموں سے بچ کر عزت دار رہنا۔ ہر کام میں حق کی پہچان کر کے خوش ہونا، جہل اور نادانی کو عیب جاننا۔ فی الحقیقت آدمی کی سرشت میں یہ چار چیزیں ہی ہیں: کتاپن، سورپن، شیطان پن، فرشتہ پن۔ کتا اپنی صورت، ہاتھ، پاؤں، کھال کی وجہ سے برا نہیں بلکہ اپنی عادات کے سبب برا ہے کہ آدمیوں سے بھڑ جاتا ہے۔ سور بھی اپنی صورت کے اعتبار سے کچھ برا نہیں بلکہ اس وجہ سے برا ہے کہ ناپاک اور بری چیزوں کا طمع رکھتا ہے۔ کتے اور سور کی روح کی بھی یہی حقیقت ہے اور آدمی میں بھی یہ باتیں موجود ہیں۔ اسی طرح شیطان پن اور فرشتہ پن کے بھی یہی معنی ہیں۔ آدمی سے فرمایا گیا کہ عقل کا نور جو فرشتوں کے انوار و آثار سے ہے، اس کی بدولت شیطان کے مکر اور حیلے معلوم کرے تاکہ رسوا نہ ہو اور شیطان اس سے فریب نہ کر سکے جیسا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ ہر آدمی کے لئے ایک شیطان ہے اور میرے لئے بھی ہے لیکن خدا نے مجھے اس پر فتح دے دی ہے تو وہ میرے ماتحت ہو گیا ہے اور وہ مجھے برائی کا حکم نہیں دے سکتا۔ آدمی کو یہ بھی حکم ہے کہ لالچ اور خواہش کے سور اور غصہ کے کتے کو ادب اور کنٹرول میں رکھے اور عقل کو زبردست کرے کہ اس کے حکم سے اٹھیں بیٹھیں۔ جو آدمی ایسا کرے گا اس کو

اچھے اخلاق جو اس کی سعادت کے تخم میں حاصل ہوں گے اور اگر اس کے خلاف کرے گا اور خود ان کا خدمت گار بن جائے گا تو برے اخلاق جو اس کی بدبختی کے بیج ہیں اس سے ظاہر ہوں گے۔ اگر خواب یا بیداری میں اس کے حال کی تمثیل اس کو دکھائیں تو وہ اپنے آپ کو یوں دیکھے گا کہ ایک سور یا کتے یا شیطان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اگر کوئی کسی مسلمان کو کسی کافر کے قبضہ قدرت میں دے دے تو کافر اس مسلمان کا جو حال کرے گا وہ ظاہر ہے۔ اگر فرشتے کو کتے اور سور اور شیطان کے قبضے میں دے دے تو اس فرشتے کا حال اس مسلمان سے بھی بدتر ہوگا۔ لوگ اگر انصاف کریں اور سوچیں تو دن رات اپنے نفس کی خواہش کے تابع بنے رہیں حقیقت میں ان کا حال یہ ہے کہ ظاہر میں آدمی کے مشابہ ہیں لیکن قیامت کو یہ بھید کھلے گا اور ان کا ظاہر بھی باطن کی صورت پر ہوگا۔ جن پر خواہش اور لالچ غالب ہے، لوگ ان کو سور کی صورت دیکھیں گے اور جن پر غصہ غالب ہے ان کی بھیڑیے یا کتے کی سی صورت ہوگی۔ اسی لیے ہے کہ کسی نے بھیڑیے کو خواب میں دیکھا تو ظالم مرد اس کی تعبیر ہے، اور کسی نے سور کو خواب میں دیکھا تو نجس آدمی اس کی تعبیر ہے۔ کیونکہ نیند موت کا نمونہ ہے۔ نیند کے سبب اس عالم سے جو اتنا دور رہوا تو صورت سیرت کے تابع ہوگئی، ہر شخص کو ویسا ہی دیکھا جیسا اس کا باطن ہے۔ یہ بڑے بھید کی بات ہے۔ یہ کتاب اس کی تفصیل کی متحمل نہیں۔

فصل: اے عزیز جب یہ معلوم ہو گیا کہ باطن میں یہ چاروں حکم دینے والے ہیں تو اپنی حرکات وسکنات کو دیکھ کر چاروں میں تو کس کی اطاعت میں ہے اور یقین جان کر تو جو حرکت کرے گا اس سے دل میں ایک صفت پیدا ہو کر رہے گی اور اس جہان میں تیرے ساتھ ہوگی۔ ان صفات کو اخلاق کہتے ہیں۔ سب اخلاق ان چاروں کو حکم کرنے والوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی اگر خواہش کے سور کا تو مطیع ہے تو پلیدی، بے حیائی، لالچ، خوشامدی، خست اور دوسرے کی برائی پر خوش ہونا وغیرہ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر اس سور کو تو دبائے رکھے گا تو قناعت، حیا، شرم، دانائی، پارسائی، بے طمعی، غریبی، کی صفت ہوگی۔ اگر تو غضب کے کتے کی اطاعت کرے گا تو نڈر ہونا، ناپاکی، بڑا بول بولنا، غرور، تکبر، اپنی بڑائی چاہنا، افسوس کرنا، دوسروں کو کم جاننا اور ذلیل سمجھنا، لوگوں سے جھگڑنا وغیرہ باتیں پیدا ہوں گی۔ اگر اس کتے کو دب میں رکھے گا تو صبر، بردباری، درگزر کرنا، استقلال، بہادری، سکوت، عزت، بزرگی وغیرہ کے اوصاف پیدا ہوں گے۔ اگر تو اس شیطان کی اطاعت کرے گا جس کا کام اس سور یا کتے کو ورغلا کر دلیر کرنا، مکر فریب سکھلانا، دھوکا دینا، خیانت کرنا، جعل سازی، جھوٹ بولنا، ترچھنا اور مکر و فریب وغیرہ امور پیدا ہوں گے۔ اگر تو اس کو زیر کرے، اس کے فریب

میں نہ آئے اور عقل کے لشکر کی مدد کرے گا تو دانائی، معرفت، علم، حکمت، صالحت، حسن اخلاق، بزرگی، اور ریاست کی صفتیں پیدا ہوں گی۔ اور یہ اوصاف جو تیرے ساتھ رہیں گے یہی نیک یادگار ہوں گے، اور تیری سعادت کا تختم بن جائیں گے۔ جن کاموں سے برے اخلاق پیدا ہوتے ہیں انہیں گناہ کہتے ہیں اور جن کاموں سے اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں انہیں عبادت کہتے ہیں۔ آدمی کے حرکات وسکنات ان دو حال سے جن کا ذکر ہوا خالی نہیں۔ دل گویا ایک روشن آئینہ ہے اور برے اخلاق دھواں اور ظلمات ہیں، جب دل تک پہنچتے ہیں تو اسے اندھا کر دیتے ہیں کہ قیامت کے دن جناب الٰہی کی دید سے محروم رہے گا۔ اور نیک اخلاق گویا نور ہیں کہ دل میں پہنچ کر اسے سیاہی اور گناہوں سے صاف کر دیتے ہیں۔ اسی لئے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

اِتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الحَسنَةَ تَمحُهَا.

یعنی ہر برائی کے بعد بھلائی کر کہ بھلائی برائی مٹا دیتی ہے۔

یا قیامت کے دن آدمی کا دل روشن ہو گا یا تاریک۔

فَلَا یَنجُوا اِلَّا مَن اَتَی اللّٰهَ بِقَلبٍ سَلِیمٍ.

" کوئی نجات نہ پائے گا مگر وہ شخص جو خدا کے سامنے ایسا دل لایا ہو جو گناہوں سے سلامت ہو"۔

اور آدمی کا دل ابتدائے خلقت میں لوہے کا سا تھا جس سے روشن آئینہ بنتا ہے کہ تمام اس میں دکھائی دیتا ہے بشرطیکہ اسے خوب حفاظت میں رکھیں۔ نہیں تو ایسا زنگ لگ جاتا ہے کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ.

کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ان کے دلوں میں وہ جو کچھ کماتے تھے۔

فصل: اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ آدمی میں چونکہ درندوں چارپایوں اور شیطانوں کی صفتیں ہیں تو ہم کیونکر جانیں کہ فرشتہ اس کی اصل ہے اور یہ صفات عارضی اور عاریۃً ہیں اور کس طرح معلوم ہو کہ آدمی فرشتوں کے اخلاق حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے، اور صفات کے لئے نہیں۔ تو سن تاکہ تجھ کو معلوم ہو جائے کہ آدمی چارپایوں اور درندوں سے اشرف و کامل تر ہے اور خدا نے ہر چیز کو جو کمال دیا ہے وہی اس کا نہایت درجہ ہے اور اسی لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ گھوڑا گدھے سے عزت دار ہے کیونکہ اسے بوجھ اٹھانے کے لئے پیدا کیا گیا اور اسے لڑائی اور جہاد میں دوڑانے کے لئے تاکہ سوار کی ران کے نیچے

جیسا چاہے دوڑے۔ حالانکہ اسے گدھے کی طرح بوجھ اٹھانے کی قوت بھی ہے۔لیکن کمال گدھے سے زیادہ ملا ہے۔اگر وہ اپنے کمال سے عاجز ہو تو اس پر بوجھ لاد دیں گے اور اس کو گدھے کا مرتبہ ملے گا۔اس میں اس کی خرابی اور نقصان ہے۔اس طرح بعض لوگ یہ سمجھ کر کہ آدمی کو کھانے پینے، سونے، جماع کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اپنی تمام عمر اسی میں گنواتے اور بعض جانتے ہیں کہ آدمی کو اور چیزوں کے زیر کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اس لیے کہ کھانا پینا، جماع کرنا خواہش سے ہوتا ہے اور خواہش جانوروں کو بھی ہوتی ہے بلکہ اونٹ کا کھانا اور گرگریا کا جماع آدمی کے کھانے اور جماع سے زیادہ ہے تو آدمی ان سے کس طرح افضل ہے۔دوسروں کو مغلوب کرنا غصہ کے سبب ہوتا ہے اور غصہ درندوں میں بھی پایا جاتا ہے۔جو کچھ درندوں و چرندوں کو ملا ہے وہ کچھ آدمی کو بھی ملا ہے بلکہ اس کے سوا آدمی کو اور کمال بھی عنایت ہوا ہے۔اور وہ کمال عقل ہے کہ اس کے سبب سے آدمی خدا کو پہچانتا اور اس کی عجیب و غریب صنعتیں جانتا ہے۔اسی کے سبب سے آدمی درندوں چرندوں سب پر غالب ہے۔وہ سب کچھ جو زمین پر ہے آدمی کے مطیع ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْاَرْضِ.

اور مطیع کیے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب۔

آدمی کی حقیقت وہی ہے جس سے اس کا کمال ہے۔اور صفتیں عارضی اور عاریۃً ہیں اور آدمی کے کمال کے لئے پیدا ہوئی ہیں۔اسی لئے جب آدمی مر جاتا ہے نہ خواہش رہتی ہے، نہ غصہ بلکہ یہ ایک جوہر رہتا ہے جو فرشتوں کی طرح خدا کی معرفت سے آراستہ ہے۔اور یہی جوہر فرشتوں کا بھی رفیق ہے اور وہ ہمیشہ خدا کی درگاہ میں رہتے ہیں۔

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ.

بیٹھے ہیں بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔

آدمی کے ساتھ ایک اوندھی اور تاریک چیز رہتی ہے۔تاریک اس وجہ سے ہوتی ہے کہ گناہ کے سبب اس میں زنگ لگ جاتا ہے اور اوندھی اس وجہ سے کہ غصہ و غضب کے باعث اسے آرام ملتا تھا۔غصہ و غضب تو یہاں رہ گیا تو اس کے دل کا منہ بھی اسی طرف رہ گیا کہ اس کی خواہش اور مقصد تو یہاں ہے اور یہ جہان اس جہان کے نیچے ہے۔اب وہ جہان ہے تو اس کا سر نیچے ہوگا۔

وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْ رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ.

اگر کبھی تو دیکھے جس وقت مجرم سر نیچے کئے ہوں گے اپنے رب کے پاس۔

کے یہ معنی ہیں۔اور جو شخص ایسا ہوگا، شیطان کے ساتھ سجین میں جائے گا۔اور سجین کے معنی ہر ایک کو معلوم نہیں ہیں۔اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّيْن. اور تمہیں کیسے معلوم ہو کہ سجین کیا ہے۔

فصل: **دل** کی دنیا کے جو عجائب ہیں ان کی انتہا نہیں اور تمام جسم میں **دل** کو جو بزرگی اور شرافت حاصل ہے وہ اسی سبب سے ہے کہ وہ سب سے نرالا ہے لیکن اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔

دل کی بزرگی اور شرافت دو وجہ سے ہے ایک تو علم کے سبب دوسرے قدرت کے سبب! علم کی وجہ سے جو بزرگی ہے وہ دو قسموں پر مشتمل ہے۔ایک تو ساری مخلوق جان سکتی ہے دوسرے نہایت پوشیدہ اور عمدہ ہے اور اسے کوئی نہیں پہچان سکتا۔وہ صورت جسے سب جان سکتے ہیں یہ ہے کہ تمام علوم اور صنائع کی معرفت کی قوت اسے حاصل ہے اور اسی قوت کے سبب وہ **دل** کی تمام صنائع کو پہچان اور جان لیتا ہے اور جو کچھ کتابوں میں مدون ہے اسے پڑھ لیتا ہے۔جیسے ہندسہ، حساب، طب، نجوم اور علم شریعت اور اس کے باوجود کہ **دل** کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے مگر اس میں علوم سب سما جاتے ہیں بلکہ اس کے اعتبار سے سارا جہان ایسا ہے جیسے صحرا میں ذرہ! اور لمحہ بھر میں زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک **دل** اپنی فکر اور حرکت سے جاتا ہے اور باوجود کہ یہ زمین پر ہے لیکن تمام آسمان کو ناپتا ہے اور سب ستاروں کو جانتا ہے کہ کتنے کتنے فاصلے پر ہیں اور مچھلی کو حیلہ کے ذریعے دریا سے باہر نکالتا ہے اور پرندہ کو ہوا سے زمین پر لا پھینکتا ہے اور اونٹ گھوڑا اور ہاتھی جیسے زورآور جانوروں کو اپنا مطیع کر لیتا ہے اور اس جہان میں جو جو علوم ہیں وہ اس کا پیشہ ہیں اور وہ سب انہی پانچ حواس سے حاصل ہوتے ہیں اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب حواس کو **دل** کی طرف راہ ہے۔اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ جیسے عالم محسوسات یعنی عالم جسمانی کے پانچوں حواس **دل** کے دروازے ہیں اسی طرح عالم ملکوت یعنی عالم روحانی کی طرف سے بھی **دل** میں ایک دروازہ کھلا ہے۔اکثر لوگ عالم جسمانی ہی کو محسوس جانتے ہیں اور حواس ظاہری کو علم کا راستہ اور ذریعہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دونوں ذرا ذرا سے ہیں، یہی ان کی حقیقت ہے اور جہاں تک **دل** کا تعلق ہے تو اس کے بہت دروازے ہیں جو علوم کی خاطر کھلے ہیں۔اس پر دو دلیلیں ہیں۔ پہلی خواب کہ جب آدمی سوتا ہے تو ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور **دل** کا دروازہ کھل جاتا ہے اور عالم ارواح اور لوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آنے لگتی ہیں، جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے یا تو دکھائی دینے لگتا ہے یا صاف

معلوم ہو جاتا ہےاور یا مثال میں نظر آتا ہے تو تعبیر کی حاجت محسوس ہوتی ہے اور ظاہر ہے جو جاگتا رہتا ہے لوگ اس کو معرفت کا زیادہ مستحق سمجھتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ جاگنے کی حالت میں حواس سے غیب کی چیزیں نظر نہیں آتیں۔

خواب کی حقیقت اور اس کی تفصیلات اس کتاب میں بیان کرنا ممکن نہیں لیکن اجمالی طور پر اتنا سمجھ لیں کہ دل آئینہ کی مانند ہے اور لوح محفوظ اس آئینہ کی مانند ہے جس میں سب موجودات کی تصویریں ہیں۔ صاف آئینہ کو جب تصویر والے آئینہ کے سامنے کرتے ہیں تو اس میں سب تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں، اسی طرح دل جب آئینہ کی طرح صاف ہو اور محسوسات سے قطع تعلق کر لے تو اسے لوح محفوظ سے مناسبت ہو جاتی ہے اور پھر وہاں موجودات کی سب تصاویر دل میں نظر آنے لگتی ہیں اور دل جب تک محسوسات میں مشغول رہتا ہے عالم روحانی کی سیر کرتا ہے۔ لیکن خواب میں حواس تو علیحدہ ہو جاتے ہیں البتہ خیال باقی رہتا ہے اسی وجہ سے عالم مثال میں خیال نظر آتا ہے۔ صاف حال نہیں کھلتا اور جب آدمی مر جاتا ہے تو نہ خیال باقی رہتا ہے نہ حواس۔ اس وقت کوئی آڑ نہیں ہوتی۔ سارا معاملہ صاف ہو جاتا ہے اس وقت اسے کہا جاتا ہے:

فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ. (سورۃ ق ۵۰۔ آیت ۲۲)

(ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔)

اور وہ جواب میں کہتا ہے:

رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً إِنَّا مُوقِنُونَ. (سورۃ السجدہ ۳۲۔ آیت ۱۲)

(اے ہمارے رب۔ اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آ گیا۔)

اور عالم ملکوت کی طرف دل کا دروازہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کے دل میں فراست اور نیک خطرات الہام کے طور پر نہ آتے ہوں اور وہ حواس کی راہ سے نہیں بلکہ دل میں ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ جانتا ہی نہیں کہ یہ خطرات کہاں سے آ رہے ہیں۔ انتخابات سے معلوم ہو گیا کہ تمام علوم محسوسات کے سبب نہیں اور دل کا تعلق اس جہان سے نہیں بلکہ عالم روحانی سے ہے اور حواس کو اس عالم کے واسطے پیدا کیا گیا ہے خواہ مخواہ اس جہان کو دیکھنے میں آڑ ہوں گے اور جب تک اس جہان سے فارغ نہیں ہو گا اس جہان کی طرف راہ نہیں پا سکے گا۔

حجۃ اللہ البالغہ

(مقدمہ)

(عربی: شاہ ولی اللہ، ترجمہ: مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد)

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام میں کوئی مصلحت نہیں ہوا کرتی اور اعمال اور ان کی جزا میں جو منجانب اللہ مقرر ہے کوئی مناسبت نہیں ہے اور احکام شریعت سے تکلیف کرنا بعینہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی آقا اپنے ملازم کی فرمانبرداری کی آزمائش کرنے کو کسی پتھر کے اٹھانے یا کسی درخت کے چھونے کا حکم دے جس میں بجز آزمائش کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ پس اگر اس کی اطاعت کرے تو جزا پاوے اور سرکشی کرے تو سزا دی جاوے۔

یہ گمان بالکل فاسد ہے۔ حدیث اور ان زمانوں کے اجماع جن کی خوبی اور برکت پر خود شرع نے شہادت دی ہے، اس خیال کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو شخص امور ذیل کو نہ سمجھ سکے اس کی واقفیت اس سوزن کی نمی سے کیا زیادہ ہو سکتی ہے جس کو دریا میں غوطہ دیا ہو کہ اعمال کا اثر نیتوں پر اور ان نفسانی حالتوں پر موقوف ہے جن سے اعمال سرزد ہوتے ہیں جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا إنما الاعمال بالنیات. (اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے۔) اور خدا نے فرمایا لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ. (خدا سے نہیں نزدیک کرتے ہیں قربانیوں کے گوشت اور نہ خون لیکن تمہاری پرہیزگاری اس سے نزدیک کر دیتی ہے۔) نماز خدا کی یاد اور اس کی حضوری میں عاجزی کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي. (میری یاد کرنے کو نماز پڑھ) اور نماز سے یہ بھی مقصود ہے کہ اس کے طفیل سے آخرت میں دیدار خدا نصیب ہو جاوے۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے سَتَرَوْنَ رَبَّكُم كما تَرَوْنَ هذا القَمَرَ، لا تُضَامُونَ في رُؤْيَتِهِ، فإنِ اسْتَطَعْتُمْ ان لا تُغْلَبُوا علىٰ صَلاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا. (بے شک تم اپنے پروردگار کو ایسا ہی

دیکھو گے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو۔اس کے دیدار میں کچھ شک وشبہ تم کو نہ ہوگا۔پس اگر تم سے اس کا اہتمام ہو سکے کہ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے کوئی چیز تم کو نماز سے باز نہ رکھے تو ایسا ہی کرو۔)

زکوۃ کا حکم شریعت میں اس لیے دیا گیا ہے کہ اس سے بخل کی کمینہ عادت جاتی رہے اور حاجتمندوں کی کاربرآری ہوتی رہے جیسا کہ زکوۃ نہ دینے والوں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلاَ يَحسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضلِهِ هُوَ خَيراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَة. (وہ لوگ جوان نعمتوں میں بخل کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو دی ہیں یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ یہ ان کے حق میں اچھا ہے بلکہ برا ہے۔قیامت کے روز یہ چیزیں جس کا انہوں نے بخل کیا ان کے گلے کا طوق ہوں گی)اور جیسا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فَاَخبِرهُم اَنَّ اللّٰهَ قَد فَرَضَ عَلَيهِم صَدَقَةً تؤخَذُ مِن اَغنِيَائِهِم فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِم . آنحضرت ﷺ نے ان کو بتایا کہ خدا نے ان لوگوں پر صدقہ دینا فرض کیا ہے۔مالداروں سے لیا جاوے اور غریبوں کو دیا جاوے۔

روزہ نفس کے مطیع کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ . (اس لیے کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ)اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے فَاِنَّ الصَّومَ لَهُ وِجَائُهُ . کہ روزہ نفس کی خواہش کو روک دیتا ہے۔

حج اس لیے مشروع ہوا ہے کہ اس سے خدا کی نشانیوں کی عظمت ظاہر کی جاوے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي. (بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے)اور فرمایا إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّه. (صفا اور مروہ خدا کے نشانوں سے ہیں۔

قصاص کشت وخون کو باز رکھنے کے لئے قرار دیا گیا ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاْ أُولِيْ الأَلْبَابِ.(اے عقلمندو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔)

حدود اور کفارے اس لئے قرار دیئے گئے ہیں کہ گناہوں پر زجر و توبیخ ہوتی رہے لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمرِه. (تاکہ اپنے کئے کا مزا چکھو۔)

جہاد میں مصلحت ہے کہ خدا کا کلمہ بلند ہو اور فتنہ وفساد کا استیصال ہو جاوے۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰه. (اور کافروں سے لڑتے رہنا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور پورا دین (صرف) اللہ کیلئے ہو جائے۔)

باہمی معاملات اور نکاح کے اصول میں یہ خوبی ہے کہ لوگوں میں عدل وانصاف قائم رہے علاوہ ازیں اور امور بھی جن کی تشریح احادیث سے ہوتی ہے۔اور ہر زمانہ کے بعض بعض علما بھی ان کو بیان کرتے رہے ہیں۔جو شخص ان امور سے ناواقف ہو اس کو بجائے اس کے کہ اپنے قول کو شمار میں لاوے یہ بہتر ہے کہ اپنے حال زار پر افسوس کرے۔پھر آنحضرت ﷺ نے بعض بعض اوقات معین کرنے کے اسرار بھی بیان فرمائے ہیں۔چنانچہ ظہر کی چار رکعتوں کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔لہذا میں چاہتا ہوں کہ کوئی نیک عمل میرا بھی آسمان کی طرف بلند ہو۔روزۂ عاشورہ کے متعلق آپ ﷺ نے نے فرمایا کہ یہ روزہ اس لیے شروع ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاتھ سے اس دن نجات پائی تھی،اور ہمارے واسطے اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام کے طریقے کی پیروی ہو،شروع ہوا ہے۔اس کے علاوہ بھی بعض بعض احکام کے اسرار بیان کیے ہیں۔

خواب کی نسبت فرمایا کہ سونے سے بدن کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔رمی جمار کے لئے فرمایا کہ یہ خدا کی یاد بڑھانے کو ہے۔فرمایا کہ اندر آنے کے لئے اجازت اس لیے ہے کہ کہیں نظر نہ پڑ جائے۔ بلی کی نسبت فرمایا کہ وہ تمہارے مکانوں میں اکثر پھرتی پھراتی رہتی ہے،اس میں کچھ نجاست نہیں ہے۔بار بار فرمایا کہ یہ کام کسی خرابی دور کرنے کے لئے ہے۔شیر خوارگی کے زمانے میں عورتوں سے اختلاط کرنے کے متعلق فرمایا کہ اس سے بچے کو ضرر پہنچتا ہے۔بعض امور کے متعلق فرمایا کہ اس سے کافروں کے فعل کی مخالفت مقصود ہے۔چنانچہ فرمایا کہ آفتاب صبح کو شیطان کے دونوں سینگوں کے بیچ میں طلوع ہوتا ہے،اور اس وقت کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں۔کہیں تحریف سے روکنا مصلحت قرار دیا۔جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے جو نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھتا تھا کہا کہ اگلے لوگ ایسے ہی کاموں سے ہلاک ہو گئے ہیں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر تیری رائے درست ہے۔کبھی کسی حرج کی وجہ سے بھی بعض مسائل شروع ہوتے ہیں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اولکلکم ثوبان۔کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس

بس وہی کپڑے ہوا کرتے ہیں ۔اور خدا تعالیٰ نے فرمایا عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ. (خدا جانتا تھا کہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کیا کرتے ہو،اس لیے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہارا قصور معاف کر دیا)۔بعض موقعوں میں آنحضرت ﷺ نے رغبت اور خوف دلانے کے اسرار بیان فرمائے ہیں۔بعض مشتبہ موقعوں پر صحابہ نے آپ ﷺ سے رجوع کیا اور ان کے شبہ رفع کرنے کو اس امر کے متعلق آپ ﷺ نے اصلی بات بتا دی ہے۔چنانچہ فرمایا کہ مکان پر یا بازار میں نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب پچیس (۲۵) درجہ زیادہ ہے۔اس لیے کہ جب کوئی تم میں سے وضو کرتا ہے اور بخوبی اس کے آداب بجالاتا ہے اور پھر مسجد میں داخل ہوتا ہے تو اس کے دل میں صرف نماز ہی کا خیال ہوا کرتا ہے۔ فرمایا کہ تمہاری شرمگاہ میں بھی ایک قسم کا ثواب ہے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم میں جب کوئی اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرتا ہے،اس میں بھی ثواب پاتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔کیا تم نہیں جانتے کہ اگر وہ حرام میں اس کو بے جا استعمال کرتا تو اس پر بارگناہ ہوتا یا نہیں۔ایسا ہی جب اس نے حلال میں استعمال کیا تو اس کو ثواب ملے گا۔

اور فرمایا کہ جب دو مسلمان باہم تلوار سے لڑیں وہ دونوں دوزخی ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ قاتل تو خیر،مقتول کیوں دوزخی ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مقتول بھی تو اپنے مقابل کے قتل کا از بس خواہاں تھا۔اس کے علاوہ اور بے شمار موقع ہیں۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز غسل مسنون ہونے کی وجہ بیان کی۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے درختوں کے پھل ظاہر ہونے سے پہلے بہار فروخت کرنے کی ممانعت کا سبب بیان کیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ بیان کی کہ بیت اللہ کے چار رکنوں میں صرف دو ہی کو بوسہ کیوں دیا جاتا ہے۔

ان کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد ائمہ مجتہدین ہمیشہ مصلحتوں کو احکام کے علل بیان کرتے رہے مصلحتوں کے اغراض بخوبی سمجھتے رہے۔احکام کے ایسے ایسے مناسب اسباب بیان کرتے رہے جن کو کسی منفعت کے حاصل ہونے یا کسی مضرت کے دفع کرنے سے کچھ نہ کچھ تعلق تھا۔ان کی کتابوں اور مذاہب میں یہ سب امور بہ تفصیل مذکور ہیں۔ان طبقوں کے بعد امام غزالی اور علامہ خطابی اور امام عزالدین ابن السلام وغیرہ (شکر اللہ مساعیہم) نے لطیف لطیف نکتوں اور بلند ترین تحقیقات کو ظاہر کر دیا۔

جیسے کہ مذہب اسلام نے اس مصلحت اندیشی کو ضروری قرار دیا ہے اور اس پر گویا اجماع ہو گیا ہے ایسے ہی یہ بھی ضرور ہے کہ ان مصلحتوں سے قطع نظر کر کے خود کسی چیز کا واجب کسی چیز کا حرام قرار دینا ہے۔ فرمانبردار کے ثواب پانے اور نافرمانی کرنے والے کے عذاب کا ذاتی سبب ہے اور محض بے بنیاد ہے جو خیال کیا جاتا ہے کہ اعمال کا حسن و قبیح یعنی کام کرنے والے کا مستحق ثواب یا عذاب ہونا محض عقلی ہے۔ شریعت اپنی جانب سے نہ کسی چیز کو واجب کرتی ہے نہ حرام۔ اس کا کام یہ ہے کہ اعمال کی خاصیتوں کو ٹھیک ٹھیک بتلا دے۔ جیسے کہ کوئی طبیب دواؤں کی خاصیتیں بیماریوں کے اقسام بیان کر دیتا ہے۔ یہ گمان فاسد ہے، حدیث اعلانیہ طور پر اس کی تردید کرتی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تو رمضان میں تراویح کی نسبت فرماتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ فرض نہ ہو جائیں۔ اور فرمایا بڑا گنہگار وہ مسلمان ہے جو ایسی چیزیں دریافت کرے جو ابھی تک حرام نہ تھیں، لیکن اس کے سوال کرنے ہی سے حرام کر دی گئیں۔ ان کے علاوہ اور کئی حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہوئی ہیں۔ بھلا اگر ایسا ہی ہوتا تو اس مقیم کو جو تنگی سے بسر کرتا ہے، روزہ کا افطار کرنا درست ہوا کرتا، جیسا کہ مسافر کو تنگی کی وجہ سے افطار درست ہے، وہی تنگی و تختی جس پر رخصتوں کا مدار ہے۔ یہاں بھی (مقیم کی حالت میں) موجود ہے اور ایسے ہی خوش مسافر کو افطار کرنا درست نہ ہوتا۔ تمام حدود شرعی کا یہی حال ہے۔

ایسے ہی علم حدیث نے یہ بھی لازم کر دیا کہ جب کوئی حکم شرع بہ روایت صحیح ثابت ہو جاوے تو اس کی تعمیل کو مصلحت کے معلوم ہونے پر موقوف نہ رکھے۔ اکثر عقلیں عموماً مصلحتوں کو اپنے بل پر معلوم نہیں کر سکتی ہیں۔ اور نیز ہم کو اپنی عقلوں پر اعتماد نہیں ہے جتنا کہ آنحضرت ﷺ پر ہے۔ اس لیے ان لوگوں پر اس علم کا اظہار نہیں کیا گیا جو اس کے اہل نہیں تھے۔ اس علم کی بھی وہی شرائط ہیں جو کتاب الہٰی کی تفسیر کے ہیں۔ بغیر سند حدیث کے محض اپنی رائے سے اس میں خوض کرنا حرام ہے۔

مندرجہ بالا تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ احکام شرعی کے مقرر کرنے کی ٹھیک مثال یہ ہے کہ کسی آقا کے غلام بیمار ہوں اور یہ آقا ان کی دوا پلانے کو ایک خاص آدمی متعین کر دے۔ اس صورت میں اگر یہ غلام علاج کرانے میں اس طبیب کی فرمانبرداری کریں گے تو گویا اپنے آقا کی فرمانبرداری کریں گے۔ ان کا آقا خوش ہو گا اور بھلائی سے ان کے ساتھ پیش آئے گا۔ اور ان کو بھی بیماری سے نجات مل جاوے گی۔

اور اگر انہوں نے اس طبیب کا کہنا نہ مانا تو گویا اپنے آقا ہی سے سرتابی کی ،اس کے غصہ میں مبتلا ہوئے اور نہایت سخت سزا ان کو ملی اور مرض نے ان کا کام تمام کر دیا۔اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں جو فرشتوں کی طرف سے روایت کی ہے اشارہ فرمایا کہ اس کا حال ایسا ہے کہ جیسے کسی شخص نے ایک گھر تعمیر کر کے اس میں کھانا تیار کیا اور ایک بلانے والے کو بھیج دیا کہ لوگوں کو بلائے ۔اب جس نے بلانے والے کی بات مان لی اس نے گھر میں داخل ہو کر کھانا کھایا اور جس نے اس کے کہنے کی پرواہ نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا نہ اس نے کھانا کھایا۔اور جگہ ارشاد فرمایا کہ میرا اور ان احکام کا حال جن کے ساتھ خدا نے مجھ کو بھیجا ہے ایسا ہے جیسے کہ کسی آدمی نے کسی قوم کے پاس جا کر کہا کہ لوگو! میں نے اپنی آنکھ سے لشکر دیکھا ہے تم کو برملا آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے بچنے کی فکر کرو۔اپنے آپ کو بچاؤ۔جنہوں نے اس کا کہنا مان لیا اور شروع رات سے سفر کا سامان کر کے چل دیئے وہ محفوظ رہے اور جس فریق نے اس کو سچا نہ جانا وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا یہاں تک کہ صبح کے وقت لشکر نے ان کو آلیا اور بیخ و بن سے برباد کر دیا۔اور آنحضرت ﷺ نے اپنے پروردگار کی طرف سے فرمایا کہ وہ تمہارے اعمال ہیں جو تم پر اترتے ہیں۔

ہماری اس تقریر سے کہ حالت احکام بین بین ہے۔یعنی اعمال کو اور چیزوں کے واجب اور حرام مقرر کرنے میں دونوں کو ثواب اور عذاب کے مستحق ہونے میں دخل ہے ان مختلف دلیلوں میں بھی اتفاق ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کو ان کے اعمال پر عذاب دیا جاوے گا یا نہیں۔

اور بعض لوگ یہ تو کسی قدر جانتے ہیں کہ احکام کے لئے مصلحتیں علت ہیں اور اعمال پر جزا ان نفسانی حالتوں کی ہی وجہ سے مرتب ہوتی ہے کہ جن سے نفس عمدہ ہو جاتا ہے یا بگڑ جاتا ہے۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بدن میں ایک بوٹی ہے اسی کی درستی سے سارا بدن درست رہتا ہے اور اس کے بگڑنے سے سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔سنو کہ وہ دل ہے۔لیکن یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس فن کا مدون کرنا اس کے اصول و فروع کا مرتب کرنا عقلاً تو اس واسطے منع ہے کہ اس کے مسائل نہایت مشکل ہیں،اور شرعاً اس لئے ناممکن ہے کہ سلف نے اس کو جمع نہیں کیا۔حالانکہ ان کا زمانہ آنحضرت ﷺ سے قریب تھا اور ان کے علوم بہت وسیع تھے تو گویا ان کے ترک پر سب کا اتفاق سا ہو گیا یا یوں کہا نجتے ہیں کہ اس علم کے مرتب کرنے میں کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہے کیونکہ شریعت پر عمل کرنا کچھ احکام کی مصلحتوں سے واقف

ہونے پر موقوف نہیں ۔اس لیے اس قول کے کہ(اس کے مسائل مشکل ہیں)اگر معنی ہیں کہ اس صورت میں اس علم کا جمع کرنا بالکل ہی ناممکن ہے تو مسائل کے مشکل ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی ۔دیکھو تو حیدو صفات کے مسائل کیسے کیسے مشکل ہیں،ان کا پورا دریافت کرنا کیسا دشوار ہے،تاہم خدا جس کے لئے چاہتا ہے ان کو آسان کر دیتا ہے ۔ہر ایک علم کا یہی حال ہے ۔ظاہر نظر میں معلوم ہوا کرتا ہے کہ اس میں بحث کرنا دشوار ہوگا اور اس کا پورا پورا دریافت کرنا تقریباً ناممکن ہوگا لیکن جب اس کے متعلقات میں کوشش کی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اس کے مقدمات ومبادی سمجھے جاتے ہیں تو اس میں قدرت بڑھتی جاتی ہے اور اس کی بنیادیں مستحکم ہوتی جاتی ہیں ۔اور اس کے فروعات اور متعلقات کا نکالنا آسان ہوتا جاتا ہے ۔

اور اگر یہ معنی ہیں کہ اس میں کسی قدر دشواری ہے،اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں،لیکن دشواری ہی سے تو بعض عالموں کی فضیلت بعض پر ظاہر ہوا کرتی ہے ۔ جب تک کہ مشقتیں اور شدائد نہ جھیلے جائیں،تمنائیں پوری نہیں ہوتیں ۔علوم میں ملکات جب ہی حاصل ہوتے ہیں کہ عقلی تکالیف برداشت کی جائیں اور ہر ہر بات کے سمجھنے میں نہایت خوض اور غور کیا جائے ۔

اور یہ کہنا کہ سلف نے اس کو مدون نہیں کیا،ہم کو سلف کے مدون کرنے کی کیا پرواہ ہے ۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کے اصول کو قائم کردیا ہے اور اس کے فروع کو مرتب فرما دیا ہے ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ،حضرت علی رضی اللہ عنہ،حضرت زید رضی اللہ عنہ،حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ جیسے فقہاء صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے اس میں گفتگوئیں کی ہیں،اور اس کی وجوہ کو روشن بیانی سے ظاہر کر دیا ہے اور ان کے بعد علمائے دین اور ہر داعیان طریقہ یقین ان ضروری امور کو جن کو خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ذخیرہ کیا تھا، ظاہر کرتے رہے ہیں ۔ جب ان کو کسی ایسے شخص سے مناظرہ کرنے کی ضرورت آپڑتی تھی جو شک وشبہ سے فتنہ پردازی کرنا چاہتا تھا،تو وہ مستعدانہ بحث کی شمشیر کو میان سے نکال لیتے تھے ۔اپنے ارادوں کو مصمم کر کے جرأت اور دلیری سے بدعتیوں کے لشکر کو ہزیمت دیتے تھے ۔

میں نے خوب سمجھ لیا کہ ایک ایسی کتاب کا مدون کرنا جس میں اس فن کے اصول وقواعد کا ایک معقول حصہ ہو نہایت کارآمد اور پر منفعت ہوگا ۔

متقدمین کو اس فن کی اس لیے ضرورت نہیں تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے ان کے عقیدے بالکل صاف تھے۔ آپ ﷺ کے زمانے سے وہ قریب تھے۔ ان میں اختلافات کم تھے۔ ان کے دل مطمئن تھے۔ ان امور کی تفتیش کی ان کو کچھ ضرورت نہ تھی جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہو چکے تھے۔ منقول کو معقول سے مطابق کرنے کا ان کو کچھ خیال نہ تھا۔

علیٰ ہذا القیاس اسی وجہ سے کہ ان کا زمانہ قرن اول سے متصل تھا۔ رجال حدیث ان کے پیش نظر تھے۔ اپنے کانوں سے وہ ان کا کلام سنتے تھے۔ ہر ایک بات کو علمائے ثقات سے دریافت کر سکتے تھے۔ اختلافات مذہبی ان میں کم تھے۔ فنون حدیث کی کچھ ضرورت ان کو نہیں تھی۔ غریب حدیثوں کی شرح اسماء رجال کے تحقیقات، ان کی عدالات کے درجے بیان کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ ایسے ہی مشکل احادیث کی تفسیر، حدیث کے اصل مختلف حدیثوں کا بیان، احادیث کے راز، ضعیف کو صحیح سے تمیز کرنا، موضوع کو معتبر سے جدا کرنا یہ سب ضروری تھا۔

فنون بالا میں سے ہر فن کی تدوین ان کے اصول وفروع کی ترتیب مدت دراز کے بعد ہوئی۔ جب اس کی ضرورت کا وقت آیا، پھر ایک زمانہ کے بعد فقہاء میں اس بنا پر اختلاف ہوا کہ احکام کی کیا کیا علتیں ہیں اور ان علتوں کے متعلق ایسی بحثیں چھڑیں کہ ان سے مصلحتیں کیسی حاصل ہو سکتی ہیں جو شرع میں معتبر ہیں۔ اب اکثر مذہبی مسائل میں اپنی رائے کو دخل دیا جانے لگا۔ اور اعتقادی اور عملی مسلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے۔ اور ایسا وقت آ پہنچا کہ نقلی نصوص پر عقلی دلائل کو قائم کرنا اور منقول کو معقول سے مطابق کرنا دین کی کامل مدد کا باعث ہوا۔ اور مسلمانوں کی پراگندگی دور کرنے میں ایسی ایسی کوششوں سے عمدہ آثار ثابت ہوئے۔ یہ عبادت سب عبادتوں میں افضل اور تمام بندگیوں کے اصل اصول قرار پائے۔

یہ کہ اس فن یعنی اسرار دین کی تدوین بے فائدہ ہے، بالکل بے اصل ہے بلکہ اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں۔ اولاً اس کے ذریعے سے آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے ایک بہت بڑے معجزے کا اظہار ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے سامنے قرآن عظیم کو پیش کیا جس نے تمام بلغائے زمانہ کو تھکا مارا۔ کسی ایک سے بھی نہ بن پڑا کہ ویسی ایک سورۃ بنا سکتا۔ لیکن جب زمانہ قرن اول گزر گیا اور اس کی معجز نما وجہیں اکثر لوگوں پر مخفی ہو گئیں تو علماء امت نے اپنی ہمت سے ان وجوہ کو ظاہر کر دیا تا کہ جو لوگ ان

کے ہم رتبہ نہ ہوں وہ قرآن کے اعجاز کو بخوبی سمجھ سکیں، ایسے ہی خدا کی جانب سے آپ ﷺ نے ایسی شریعت کو عام نظروں کے سامنے پیش کیا جو تمام شرائع سے زیادہ مکمل ہے۔ اس میں ایسی ایسی مصلحتیں ملحوظ ہیں جن کا اندازہ طاقت بشری نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ کے زمانہ کے لوگوں نے احکام الہیہ کی عظمت کو خوب معلوم کر لیا تھا، اپنی زبانوں سے انہوں نے اظہار کیا تھا، اور اپنے خطبوں اور تقریروں میں اس کو صاف صاف بیان کیا ہے، لیکن ان کا زمانہ گزر جانے کے بعد یہ ضرورت پیش آئی کہ امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص ہو جو اس قسم کے اعجاز کی وجہوں کو لوگوں پر ظاہر کر دے۔ اُن اسباب کی تشریح کر دے جن سے عیاں ہو جائے کہ شریعت محمدیہ تمام شرائع سے زیادہ کامل ہے۔ آنحضرت ﷺ جیسے شخص سے اس پایہ کی چیز کا ظاہر ہونا ایک پر عظمت معجزہ ہے۔ ثانیاً ایمان لانے کے بعد اس علم سے دلی اطمینان زیادہ بڑھ جاتا ہے جیسے آنحضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

ثالثاً جب دلائل باہم ایک دوسرے کے موید ہوتے ہیں اور کوئی شے جب مختلف طریقوں سے ثابت کی جاتی ہے تو اس سے سینہ میں ایک قسم کی راحت پیدا ہو کر اضطراب دور ہو جاتا ہے۔

رابعاً، خالصاً خدا کی عبادت کرنے والا جب خدا کی عبادت میں کوشش کرتا ہے اور اس پر وہ عبادتوں کے شروع ہونے کی وجہ سے واقف ہوتا ہے اور عبادت کے ارواح اور انوار کی دل سے محافظت کرتا ہے تو تھوڑی عبادت بھی اس کو بہت نفع دیتی ہے، اور وہ اندھا دھند کسی کام کو نہیں کرتا، اس لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کی کتابوں میں عبادت کے اسرار جابجا بیان کئے ہیں۔

خامساً، فقہاء نے اکثر فقہ کے فروعی مسئلوں میں اسی بنا پر کہ احکام کی علتیں کون سی مناسب اور کون سی نامناسب ہیں بڑا اختلاف کیا ہے اور پوری تحقیق کے بغیر اس کی مصلحتوں کے متعلق ایک مستقل گفتگو کی جاوے، کتاب نامکمل رہتی ہے۔

سادساً، بدعتی لوگ اکثر اس قسم کے شبہے اسلامی مسئلوں میں ظاہر کیا کرتے ہیں کہ یہ عقل کے خلاف ہیں، اور جو چیز عقل کے خلاف ہو اس کو دور کر دینا چاہیے۔ یا کسی تاویل سے درست کر دینا چاہیے۔ چنانچہ عذاب قبر میں کہا کرتے ہیں کہ یہ کیفیتیں بداہۃً عقل کے خلاف ہیں۔ ایسے ہی حساب اعمال، پل صراط، میزان کے متعلق تقریر کرتے ہیں، اور ان میں دور از کار تاویلیں گھڑا کرتے ہیں اور فرقہ اسمٰعیلیہ نے

یہ کہہ کر بڑا فتنہ برپا کیا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ رمضان کے پہلے دن کا روزہ تو واجب ہوا اور شوال کے پہلے دن کا روزہ حرام ہو، اور ایسی ہی گفتگوئیں اور بھی ہوتی ہیں۔ ایک فرقہ یہ خیال کر کے کہ رغبت اور خوف دلانے کی چیزیں صرف طبیعتوں کو ابھارنے کے لئے ہیں، واقعہ میں ان کی کوئی پائدار اصل نہیں، ترغیب وترہیب کے مضامین کا مذاق اڑاتے ہیں۔

ایسے ایسے مفسدوں کے دفع کرنے کی یہی صورت ہے کہ ہر ہر امر کی مصلحتیں بیان کی جائیں اور ان کے قاعدے خوب پختہ کیے جاویں۔ یہود ونصاریٰ، دہریوں کے مقابلہ میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ اور اس علم کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ فقہاء میں ایک فرقہ اس کا قائل ہے کہ جو حدیث قیاس کے بالکل مخالف ہو، وہ نہیں ماننی چاہئے۔ اس سے اکثر صحیح حدیثوں میں بھی بڑی خرابی پڑ گئی۔ مثلاً حدیث مصراۃ اور حدیث قلتین۔ اس لیے اہل حدیث کو ضرور ہوا کہ اُن کے الزام تجیہ کے لئے بتاویں کہ یہ سب حدیثیں شرعی مسئلوں کے بالکل موافق ہیں۔ اور علاوہ مذکورہ بالا فائدوں کے بے شمار فائدے ہیں اور جب مجھ پر بیان کا جوش غالب ہوگا اور قاعدوں کی تمہید بیان کرنے میں مجھ کو نہایت غور کرنا پڑے گا تو بمقتضائے کلام میرے قلم سے وہ باتیں نکل جائیں گی کہ مناظر متکلمین سے کم لوگ اس کے قائل ہوئے ہوں گے۔ مثلاً اس کا قائل ہونا کہ خدائے تعالیٰ آخرت کے موقعوں پر شکل وصورت میں تجلی فرمائے گا، اور ایک ایسے عالم کو ثابت کرنا جس کی ترکیب عنصری نہیں ہے۔ اس میں اعمال اور مخفی چیزیں ایسے ایسے قالبوں میں جو صف میں ان اعمال وغیرہ کے مناسب ہوتے ہیں مجسم ہو کر ظاہر ہوتی ہیں اور قبل اس کے کہ زمین پر حوادث پیدا ہوں وہ پہلے ہی سے بچگون عالم میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔

اس بات کا قائل ہونا کہ اعمال کو نفس کی حالتوں سے ایک خاص تعلق ہے اور دنیا اور آخرت میں جزا پانے کا حقیقۃً وہی باعث ہوتے ہیں اور قضاء وقدر کا قائل ہونا جن کا اثر لازمی ہے، اور علیٰ ہذا القیاس۔

اور یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ میں نے ایسے ایسے اقوال پر جرأت تب ہی کی ہے کہ آیتوں اور حدیثوں اور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے آثار کو اُن کے موید پا لیا ہے۔ اہل سنت میں خاص درجہ کے لوگ جو علم لدنی کی وجہ سے مجھ سے ممتاز ہوئے ہیں۔ ان مسئلوں کے قائل ہو چکے تھے، انہوں نے اپنے اصول ان اقوال کے موافق قائم کیے تھے۔

اہل سنت حقیقتاً علم کلام کے کسی خاص فرقے کا نام نہیں ہے بلکہ اہل قبلہ نے روایات دین کے ماننے کے بعد جن جن مسئلوں میں اختلاف کیا ہے اور باہمی اختلاف سے ان کے جدا فرقے بن گئے ہیں، وہ دو قسم کے ہیں ۔بعض تو ایسے ہیں کہ قرآن کی آیتوں یا صحیح حدیثوں میں ان کا بیان ہوا ہے ۔سلف یعنی صحابہ وتابعین ان کو مانتے رہے ۔ایک زمانہ کے بعد جب اپنی رائے کا پسند کرنا ہر صاحب رائے کا شیوہ ہو گیا اور مسلمانوں کے باہم فرقے بننے لگے تو ایسے وقت میں ایک فرقہ نے تو انہیں امور کو اختیار کیا جو صاف صاف قرآن اور حدیث سے ثابت تھے ۔سلف کے عقیدوں پر وہ مضبوطی سے جم گئے ۔اس کی کچھ پروانہ کی کہ عقلی قاعدوں کے موافق ہوں یا مخالف ۔اگر فن معقول کی کوئی بات بیان بھی کی تو مخالفین کے الزام دینے کو یا دلی اطمینان بڑھانے کو راویوں سے کوئی فائدہ حاصل کرنا ان کو مقصود نہیں تھا ۔ان کا نام اہل سنت ہے ۔

اور ایک فرقہ نے اپنا یہ شیوہ اختیار کیا کہ جہاں جہاں اپنے زعم میں اسلام کی کوئی بات انہیں عقلی اصول کے خلاف معلوم ہوئی تو اس کی تاویل کر کے ظاہری معنے سے پھیر دیا ۔اور ہر مسئلہ میں علم معقول کے قاعدوں کے موافق کلام کیا ۔جیسے سوال قبر ۔وزن اعمال ۔خدا کا دیدار ۔اولیاء کی کرامتیں ۔یہ سب امور قرآن و حدیث سے برملا ثابت ہیں ۔سلف نے ان پر اتفاق کیا ہے ۔لیکن بعض لوگوں کی نظر میں یہاں معقول کا قافیہ تنگ ہے ۔اسی واسطے ایسے ایسے امور کا یا تو وہ صاف صاف انکار کر دیتے ہیں یا پھیر پھرا کر معنی کچھ کے کچھ لیا کرتے ہیں ۔اور ایک فریق قائل ہے کہ ہمارا ان امور پر ایمان ہے ۔اگر چہ ان کی اصلی حقیقت ہم کو معلوم نہ ہو اور ان پر معقول کی کافی شہادت ہمارے خیال کے موافق نہ ہو ۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمارا سب امور پر ایمان ہے اور خدا کی جانب سے صاف صاف دلائل اس کی حقانیت کے ہمارے پاس موجود ہیں ۔اور ہماری رائے میں عقلی شہادتوں سے ان کا کافی ثبوت ہوتا ہے ۔

اور امور دینی میں سے ایک حصہ ایسا ہے کہ قرآن میں ان کا ذکر نہیں ہے اور احادیث میں ان کی شہرت نہیں ہوئی ،صحابہ نے بھی ان کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا ۔اس لیے اس حصہ پر ایک پردہ سا پڑا رہا۔ لیکن آئندہ دور کے علماء میں اس کا چرچا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے بالکل جدا ہو گئے ۔علماء نے اس حصہ میں دو طرح سے غور کیا ہے ۔یا تو ان مسئلوں کو محض نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے جیسا کہ انبیاء کا فرشتوں سے افضل ہونا ،اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت یا علماء نے ان امور کو جزء

دین قرار نہیں دیا۔ بلکہ امور دینی کا سمجھنا ان پر موقوف سمجھا۔ چنانچہ امور عامہ کے مسئلے جوہر وعرض کے مباحث اس لیے عالم کا حادث ہونا جب ہی ثابت ہوسکتا ہے کہ ہیولیٰ باطل اور جزء لاّ یتجزئے ثابت کر دیا جائے۔ اور یہ امر کہ خدا تعالیٰ نے عالم کو بلا وساطت دوسرے کے پیدا کیا جب ہی پایہ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے کہ اس مشہور قول کی تردید کی جاوے کہ ایک چیز سے ہمیشہ ایک ہی چیز پیدا ہوسکتی ہے۔ اور جب تک کہ اسباب اور ان کے مسبباب میں لزوم عقلی باطل نہ ہو جاوے معجزات کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ معاد جسمانی کا مسئلہ جب ہی طے ہوسکتا ہے کہ ایک معدوم چیز کا دوبارہ لوٹ آنا ممکن ہو وعلیٰ ہذاالقیاس۔

ان باقی امور کو سمجھنا چاہیے جو بالتفصیل کتابوں میں مندرج ہیں۔

اور ایک تیسری قسم اختلاف کی یہ ہے کہ ایک اصلی امر پر تو اتفاق ہو جو قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہو لیکن اس کی تفصیل وتفسیر کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہو۔ چنانچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خدا میں سمع وبصر کی دو صفتیں ہیں، اب اس میں اختلاف ہے کہ اس کے سمیع وبصیر ہونے کے کیا معنی ہیں۔ ایک فرقہ قائل ہے کہ ان دونوں کا حاصل یہ ہے کہ خدا ان چیزوں کو اپنے علم سے جانتا ہے یا سننے یا دیکھنے کے لائق ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ دونوں بالکل علیحدہ صفتیں ہیں۔

علیٰ ہذا اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خدا تعالیٰ حیی ہے، علیم ہے، ارادہ کرنے والا، ہر چیز پر قادر ہے، کلام کرتا ہے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ ان صفتوں میں سے یہی معنی جو ان سے مفہوم ہونے میں مراد ہیں نہیں ہیں۔ بلکہ ان صفتوں کے اثر اور کام مراد ہیں۔ اور اسی لحاظ سے صفات مذکور اور صفت رحمت غضب میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ احادیث نے ان میں کچھ فرق ثابت کیا ہے۔

اور بعض قائل ہیں کہ نہیں بلکہ خدا کی ذات واجب ہی میں یہ سب امور موجود اور قدیم ہیں اور علیٰ ہذا سب متفق ہیں کہ خدا میں استوا وجہ ہونے اور ضحک کی صفت ثابت ہے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ ان صفات سے وہ معنی مراد ہیں جو ان کے مناسب ہوں مثلاً عرش پر ٹھہرنے سے اس پر غالب آنا مراد ہے۔ وجہ سے ذات مراد ہے۔ اور ایک فریق نے ان وجود کو بحال خود چھوڑ دیا ہے اور صاف کہہ دیا کہ ان لفظوں کی مراد کو ہم نہیں سمجھتے۔

میری دانست میں اس حصہ کے لحاظ سے جس میں کوئی حکم شرعی صاف اور منصوص نہ ہو بلحاظ سنی

ہونے کے کسی فریق کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔

اس لیے اگر خالص سنیت پر نظر کی جائے تو اس کا مقتضاء یہی ہے کہ سلف کی طرح سے کسی مسئلہ میں چوں چرا نہ کی جائے ۔اور جب ایسے ایسے امور میں زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آپڑے تو ان امور میں ان کا پیرو بننا کچھ ضروری نہیں ہے ۔یہ کیا ضروری ہے کہ جو کچھ انہوں نے قرآن وحدیث سے مستنبط کیا ہو وہ سراپا راست ہو اور اسی کا پلہ گراں ہو یا اپنی دانست میں انہوں نے کسی بات کو کسی بات پر موقوف خیال کیا ہو تو کیا ضروری ہے کہ یہ توقف تسلیم کرنے کے قابل ہی ہو یا جس امر کو انہوں نے قابل الرد خیال کیا ہو وہ حقیقت میں رد کے قابل ہی ہو ۔یہ کیا ضرور ہے کہ انہوں نے ایک امر دشوار سمجھ کر غور نہ کیا ہو تو وہ حقیقت میں ایسا ہی دشوار ہو ۔کچھ ان کے بیان اور تفسیر کو ان کا کوئی ذاتی استحقاق نہیں ہے کہ اوروں کی تفاسیر سے حقانیت کے لحاظ سے گراں مرتبہ ہوں اور اس لیے کہ سنی ہونے کا مدار پہلے حصہ پر ہے نہ دوسرے حصہ پر ۔تم دیکھو گے کہ دوسرے حصہ کے اکثر مسائل میں جا بجا علمائے سنت نے باہم اختلاف کیا ہے ۔اشاعرہ اور ماتریدیہ کو دیکھ لو ۔ان کے علاوہ ہر زمانہ کے حاذق علماء کبھی ان دقائق کے اظہار میں توقف نہیں کرتے جو حدیث کے مخالف نہ ہوں ۔اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ متقدمین میں سے کوئی اس کا قائل ہوا ہے یا نہیں ۔جہاں میں علماء کے فرقے اور مذہب مختلف پاتا ہوں تو میں ایک صاف اور روشن راستہ اختیار کر لیتا ہوں، کناروں کی طرف نہیں مڑتا ۔معتدل طریقہ پسند کر کے پختگی سے اس پر تفریعات کرتا ہوں ۔

یہ معلوم رکھنا چاہیے کہ ہر فن کا ایک خاصا ہوا کرتا ہے اور ہر مقام کا مقتضا جدا ہوتا ہے ۔جس کو حدیث کی غرابت سے بحث ہے، اس کو حدیث کی صحت اور ضعف سے کچھ غرض نہ رکھنا چاہیے ۔ایسے ہی حافظ حدیث کو فقہی فروعات میں کلام کرنا اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر ترجیح دینا زیبا نہیں دیتا ۔ایسے ہی ان مذکور بالا مباحث میں پڑنا اس شخص کا منصب نہیں ہے جو اسرار دین کے مباحث میں مصروف رہے ۔اس کی غایت، ہمت اور مطمع نظر صرف اس راز کا ظاہر کرنا ہے جس کا آنحضرت ﷺ نے اپنے کلام میں قصد فرمایا ہے ۔خواہ وہ حکم قائم رہا ہو خواہ منسوخ ہو گیا ہو یا اس کے معارض کوئی دوسری دلیل آ گئی ہو اور اس معارضہ نے فقیہ کی نظر میں اس حکم کو مرجوح کر دیا ہو ۔ہاں یہ امر لابدی ہے کہ ہر فن کے غور کرنے والے کو وہی بات اختیار کرنی چاہیے جو اس فن کے لحاظ سے زیادہ اچھی اور موزوں ہو ۔حدیثیں شہروں میں مدوّن ہو کر فقہاء

سے موید ہو کر اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ پیروی کے قابل کون کون سی ہیں، اُن حدیثوں سے ممیّز ہو گئی ہیں جن میں یہ اوصاف نہیں ہیں۔ اور ایسے ہی وہ حدیثیں جو کثرت اور قوت رعایت کی وجہ سے اولیٰ درجہ کی حدیثوں سے خالص قرار پا چکی ہیں تاہم اگر اسی قسم کا کوئی امر ہے بعاً مذکور ہو تو کیا مضائقہ ہے مسائل اجتہاد میں بحث کرنا اور اس کی طرف میلان کرنا جو حق سے ہو اہل علم سے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اور ائمہ کی کثر شان میں طعن باعث نہیں ہے۔

اور سن لو کہ میں ایسی گفتگو سے بالکل بری ہوں جو کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی ﷺ کے مخالف ہو یا اجماع امت کے خلاف ہو جس کی خوبی اور بہتری پر شہادت ہو چکی ہے یا کسی ایسے مسئلے کے خلاف ہو جس کو جمہور مجتہدین نے اختیار کیا ہو یا مسلمانوں کی جماعت کثیر نے اس کو مقبول کر لیا ہو۔ اگر مجھ سے کہیں اس قسم کی بات سرزد ہوئی ہو تو اس کو بالکل خطا سمجھنا چاہیے۔ جو شخص مجھ کو خواب غفلت سے بیدار کرے خدا کی اس پر رحمت ہو۔ ہم کو ایسے لوگوں کی ہر بات سے اتفاق کرنا کچھ ضروری نہیں ہے جو متقدمین کے کلام سے مستنبط کرتے رہتے ہیں اور جھگڑے مناظرے کرنا ان کا منصب ہوتا ہے۔ ہم بھی آدمی ہیں وہ بھی آدمی ہیں، کبھی وہ کامیاب ہوتے ہیں کبھی ہم۔

میں نے اس کتاب کے دو حصے کیے ہیں۔ پہلے حصے میں وہ کلی قاعدے ہیں جن پر شرائع کی مصلحتوں اور اغراض کا مدار ہے۔ اس قسم کے اکثر مسئلے ایسے ہیں جو کہ آنحضرت ﷺ کے عہد کے موجودہ مذہبوں میں مسلم ہو چکے تھے۔ باہم ان اہل مذہب میں ان امور کے متعلق کچھ ایسا اختلاف نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے تنبیہاً ان کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسے کہ فروعی باتوں کے بتانے کے وقت اس اصولوں کو بتا دیا کرتے ہیں جن پر کہ وہ فروع کو اصول کی طرف پھیر دینے پر قادر ہو گئے۔ وہ پہلے ہی ان کے نظایر دیکھ دیکھ کر جو ملت اسمٰعیلی کے پیرو عرب اور یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں میں پائے جاتے تھے، مشتاق ہو گئے تھے۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ اگر تمام شرائع کو تفصیلاً دیکھا جائے تو ان کی انتہا دو قاعدوں پر ہوتی ہے۔ اولاً نیکی اور گناہ کے مباحث۔ دوسرے سیاست مذہبی کے مباحث۔ لیکن نیکی اور گناہ کی پوری حقیقت بدون اس کے ناتمام رہتی ہے کہ اس سے قبل جزائے اعمال پر کافی بحث نہ کی جاوے، نفع اٹھانے کے وسائل کا پورا بیان نہ ہو۔ نوع انسان کے کمالات اور سعادت کے درجے نہ بیان کئے جائیں۔ لیکن یہ مباحث بھی اور مسئلوں پر مبنی پائے

گئے جو اس علم میں صرف تسلیم کر لیے گئے ہیں ۔ان کی کچھ حقیقت یہاں نہیں بیان کی گئی ۔عام شہرت کی وجہ سے ان کی یہاں تصدیق کر لی گئی یا اس لیے مان لیا ہے کہ ان کی تعلیم دینے والے کے ساتھ حسن عقیدت تھی یا ان دلائل پر اعتقاد کیا گیا ہے جو ان امور کے اثبات کے لیے ایک دوسرے بلند مرتبہ علم میں لائے جائیں ۔اور نفس کے مباحث چونکہ عام فرقوں کی کتابوں میں طے ہو چکے ہیں ،اس لیے میں نے نفس کی حقیقت ،اس کی بقا اور بدنی مفارقت کے بعد آرام و رنج پانے کے متعلق زیادہ گفتگو نہیں کی ۔البتہ ایسے بعض بعض مسائل کا ذکر ان موقعوں پر کر دیا ہے کہ کتابیں اس کے بیان میں خاموش تھیں ۔کہیں کہیں ترتیب اور تفریع کر دی گئی ہے جس کو خدا کی توفیق سے میں نے ایجاد کیا ہے ۔مسلم مسائل میں سے صرف وہی بیان کر دیے گئے ہیں کہ اوائل میں سے کوئی ان کے درپے نہ ہوا تھا نقلی دلائل بیان کرنے کا بھی میں نے کچھ اہتمام نہیں کیا اس لیے میں اس حصے میں صرف وہی مسائل بیان کروں گا جن کی علت بیان کیے بغیر یہاں صرف تصدیق کر لینی چاہیے ۔اس کے بعد دنیا اور آخرت میں اعمال کے جزا پانے پر بحث کی جائے گی ۔پھر منفعتوں کے وہ وہ مسائل بیان کیے جائیں گے جو عام لوگوں میں پیدائشی اور فطری ہیں اور اپنی اپنی رائے کے موافق عرب اور عجم میں کوئی ان کو فروگذاشت نہیں کرتا ۔اس کے بعد انسان کی نوعی سعادت اور بدبختی کا بیان ہے اور اس کا ذکر ہے کہ آخرت میں ان دونوں کے نتائج کیونکر ظہور پذیر ہوں گے ۔پھر نیکی اور گناہوں کے اصول ذکر کیے جائیں گے جن پر تمام اہل مذاہب کا نسلاً بعد نسل اتفاق ہوتا رہا ہے ۔پھر اس کا بیان ہے کہ جب کسی قوم پر مذہبی حکمرانی کی جاتی ہے تو حدود اور شرائع کا تقرر کیونکر ہوتا ہے پھر اس کا تذکرہ ہے کہ کلام نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے احکام شرعی کیونکر مستنبط کیے جاتے ہیں ۔دوسرے حصہ میں ان اسرار کی تفصیل ہے جو ابواب ذیل سے علاقہ رکھتے ہیں:

(۱)ابواب ایمان (۲)ابواب طہارت (۳)ابواب نماز (۴)ابواب زکوٰۃ (۵)ابواب روزہ (۶)ابواب حج (۷)ابواب احسان (۸)ابواب معاملات (۹)ابواب تربیت منزل (۱۰)ابواب سیاست مدن (۱۱)ابواب معیشت (۱۲)چند ابواب مختلف ۔

قابوس نامہ

(دیباچہ)

امیر کیکاؤس بن سکندر

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالعَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِین وَلَا عُدوَانَ اِلَّا عَلَی الظَّالِمِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیرِ خَلقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحبِہٖ الاکرَمِینَ اَجمَعِین

اس کے بعد عرض یہ ہے کہ اس کتاب میں جمع شدہ یہ فرمودات امیر عنصر المعالی کیکاؤس بن سکندر ابن قابوس بن شمہ گیر بن زیاد بادشاہ امیر المؤمنین کی طرف سے اپنے بیٹے گیلان شاہ کے لئے ہیں۔ اے بیٹے! خوب جان لے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ بوڑھاپے اور کمزوری کے آثار مجھ میں نمودار ہو گئے ہیں۔ دستور کے مطابق زندگی کا زوال میں اپنے بالوں اور اپنے حالات کی کتاب میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ وہ کتاب ہے جو ڈھونڈنے والا مجھ میں دریافت نہیں کر سکتا۔ چونکہ میرے بیٹے میں اپنا نام ان لوگوں میں دیکھ رہا ہوں جو اب جانے والے ہیں، اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ میرا وہ مقررہ وقت آن پہنچے، میں اس تحریر میں تقدیر کی ملامتوں اور سازشوں کو تیرے سامنے رکھوں، اور ان سے تیری نیک نامی میں اضافہ کروں اور تجھے ان سے مستفیض کروں۔ یہ سب پدرانہ شفقت کی وجہ سے ہے تاکہ اس سے پہلے کہ تو زمانے کے ہاتھوں رسوا ہو، تو میری باتوں کو دھیان سے پڑھ لے، اور تاکہ یہ دونوں جہان میں تیری خوش بختی اور نیک نامی میں اضافہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ تیرا دل تجھے اس کتاب میں درج باتوں پر عمل کرنے سے روک دے۔ بہرحال میں نے یہ باتیں لکھ کر اپنی پدرانہ ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ اگر تو میری باتوں سے استفادہ نہیں کرے گا تو کئی دوسرے لوگ ہیں جو ان باتوں کو سنیں گے، ان پر عمل پیرا ہو کر انہیں غنیمت جانیں گے۔ اگرچہ یہ زمانے کی ریت بن چکی ہے کہ کوئی بیٹا بھی اپنے آپ کو اپنے بڑوں کی باتوں کا پابند نہیں کرتا کیونکہ اس کے باطن میں یہ شعلہ جوان ہو چکا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی باتوں سے یہ سوچ کر

غفلت برتا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں سے بہتر علم رکھتا ہے۔اگر چہ میں اس بات سے آگاہ ہوں مگر اس کے باوجود پدرانہ محبت اور شفقت کی وجہ سے مجھے یہ گوارا نہیں کہ میں خاموش رہوں۔بس یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی طبیعت کی وجہ سے چند موضوعات کو جمع کیا ہے اور ان پر شائستہ اور مختصر ترین کچھ باتیں یہاں لکھ دی ہیں۔تو اگر ان باتوں پر کاربند ہوگا تو خود انہیں سودمند پائے گا،بصورت دیگر میں نے یہ باتیں بیان کر کے پدرانہ ذمہ داری پوری کر دی ہے کیونکہ کہنے والے پر بتا دینے سے زیادہ کوئی ذمہ داری نہیں ۔اگر سننے والا ہی ان باتوں کے قبول کرنے والا نہ ہو تو اس میں کوئی اذیت والی بات نہیں ہے۔

اے بیٹے! خوب جان لے کہ یہ انسان کی سرشت میں ہے کہ وہ ہمیشہ اس مرض میں مبتلا رہتا ہے کہ اس دنیا میں اسے میسر آنے والی خوش بختی اس کے محبوب ترین لوگوں تک پہنچ جائے۔اس جہان میں میری خوش بختی میرے یہ الفاظ ہیں اور میرا محبوب ترین تو ہے۔چونکہ اب میرا جانے کا وقت آن پہنچا ہے، اس لئے وہ خوش بختی جو مجھے نصیب ہوئی ہے وہ میں تجھ تک پہنچا دینا چاہتا ہوں تا کہ تو خود پسند نہ بن جائے اور غیر موزوں باتوں سے پرہیز کرے۔اور تا کہ یہ باتیں تیری زندگی کو اس طرح مرتب کر دیں کہ جو تیری پاک فطرت کے عین مطابق ہو۔اے بیٹے! خوب جان لے کہ تو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ایک بزرگ اور شریف نسل سے ہے۔دونوں طرف سے تو ہر طرف تسلیم شدہ اور مانے ہوئے بادشاہوں کے جہان سے ہے۔تیرے ددھیال شمس المعالی قابوس بن وشمگیر اور ننھیال گیلان کے بادشاہوں اور خسرو کے بیٹوں کے خاندان سے ہیں،اور جن کا تذکرہ ابوالموئد فردوسی نے اپنی کتاب اور اس کی شرح 'شاہنامہ' میں کیا ہے۔گیلان کی بادشاہت ان کے بعد تمہارے اجداد کو وراثت میں ملی،اور تمہاری نانی،میری ماں شہزادہ مرزبان بن رستم بن شیروان کی بیٹی تھی،کتاب 'مرزبان نامہ' کے مصنف،جن کے اجداد میں تیرہ نسلوں پہلے کیوس بن قباد تھا،جس کا بھائی عادل بادشاہ نوشیرواں،اور تیری ماں بادشاہ غازی سلطان محمود ناصر الدین کی اولاد سے ہے،اور میرے اجداد سے ایک دیلمان کے بادشاہ فیروزان کی اولاد سے ہے۔

اے میرے بیٹے! ہوشیار رہ،اپنے حسب ونسب کو پہچان،اور اس کی بے قدری نہ کر۔بے شک میں تیرے اندر نیکی اور خوبی کی علامات دیکھتا ہوں مگر اس کے باوجود میں اسے اپنا فرض سمجھتا ہوں اور دہرا رہا ہوں تا کہ تو خبردار ہو جائے ۔اے بیٹے! میرے جانے کا دن قریب ہے اور جلد تو میرا جانشین بننے والا ہے۔

جان لے کہ آج کی یہ دنیا کھیتی کی مانند ہے۔اس میں تو جو بوئے گا اور اس کی پرورش کرے گا، وہی تو ہمیشہ رہنے والی جگہ پر پالے گا۔آخرت کا گھر اس عارضی کھیتی کے گھر سے برتر ہے، وہاں وہی کچھ ملنے والا ہے جو یہاں پیدا کیا جائے گا۔نیکی کے آغاز سے اب تک کسی نے کھیتی کو کھیتوں میں نہیں کھایا۔یہ کھیتی جو بھی ہے اسے اجر کی جگہ پر ملنا ہے جو آخرت کا گھر ہے۔نیک لوگ اس فانی دنیا میں شیروں کی سی ہمت رکھتے ہیں اور برے لوگ کتے کے جیسے کام کرتے ہیں۔کتا اسی جگہ کھاتا ہے جہاں وہ شکار کرتا ہے جبکہ شیر اپنا شکار کہیں اور لے جاتا ہے۔یہ فانی دنیا تیری شکارگاہ ہے اور تیرا شکار نیکی کرنا ہے،اس لئے یہاں شکار کرتا کہ ہمیشہ رہنے والی آخرت کی زندگی میں اس کا اجر پانا آسان ہو۔اس کے حصول کا واحد ذریعہ اپنے آپ کو خدائے بزرگ و برتر کی اطاعت میں سونپ دینا ہے۔خدائے تعالیٰ کی اطاعت آگ کی مانند ہے کہ اسے جتنا بھی دبایا جائے یہ اتنی ہی بھڑکتی ہے اور اپنے آپ کو جلا بخشتی ہے؛ جبکہ اس کے برعکس ایسا انسان جو خدا کی اطاعت سے دور ہے،اس کی مثال پانی کی سی ہے کہ اسے جتنا بھی بلندی کی طرف اچھالا جائے یہ ہمیشہ پستی اور گہرائی ہی کی طرف گرتا ہے۔مختصر یہ کہ اے میرے پیارے بیٹے! اتم پر اعلیٰ مرتبہ اور اعلیٰ شان والے خدائے تعالیٰ کے راستہ سے آگاہی حاصل کرنا لازم ہے اور خدائے بزرگ و برتر کے راستے کو پوری توجہ،اہتمام اور حضوری کے ساتھ شروع کرنا واجب ہے، کیونکہ حکماء اور دانشمند سالکین نے اس راہ پر شروع ہی سے قدم رکھا ہے، بلکہ انہوں نے راز سے پردہ اٹھایا ہے۔انہوں نے اپنے آپ کو مٹا دیا۔وہ گروہ در گروہ اس دنیا سے رخصت ہوتے گئے مگر باقی رہے۔انہوں نے اسرار کی دنیا میں قدم رکھا، اس ایک خدا کے طالب ہوئے، اسی کے لئے کوشش کی اور مر گئے۔انہوں نے اسی میں قرار پایا اور اسی کے لئے بے قرار ہوئے، اسی آگ میں جلتے رہے، اپنے آپ کو فنا کر دیا۔انہوں نے اس میں اپنی جان خوشی اور رضامندی سے قربان کر دی۔یہ اعلیٰ درجہ کی سعادت اس خوش نصیب بندے کا نصیب بنتی ہے جسے یہ دولت عطا ہو جاتی ہے۔یہ رتبہ اور یہ مقام فضیلت ایسا ہے کہ جسے ایک معزز تقریب کے ذریعے قبول کر کے کامیابی سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔اللہ تمام مؤمنین،مسلمان مردوں،اور مسلمان عورتوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور بے چارہ خطاکار کہ جس نے غفلت اور جہالت کے سبب اپنے آپ پر قابو کھو دیا ہے، اور اس نے خود کو عطا کیے گئے اختیار کے بغیر شیطان اور ہوائے نفس امارہ کے تحت کوئی قدم اٹھائے ہیں، اور کاروانِ شریعت اور محمد ﷺ اور

تمام صحابہ طیبین و طاہرین کی طریقت سے باہر قدم نکالا ہے تو اے کرم فرمائے جانے والوں پر کرم فرمانے والے اور اے رحم فرمائے جانے والوں پر رحم فرمانے والے! تو اپنے لطف و کرم کے صدقے اس بے چارے ضعیف بندے کو ذلالت، گمراہی، اور لعنتی شیطان مردود کی قید سے خلاصی اور بخشش عطا فرما۔ پس اے میرے بیٹے! یہ جان لے کہ یہ نصیحت نامہ اور یہ پاک و مبارک کتاب چوالیس (۴۴) ابواب پر مشتمل ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر پیارے، یکتا، اور کبریائی والے اللہ نے چاہا تو یہ مصنف کے لئے، پڑھنے والے کے لئے، لکھنے والے کے لئے، اور اس میں سے سننے والے کے لئے مبارک اور باعث برکت ہوگی۔

باب اوّل: حق تعالیٰ کی معرفت کا بیان

اے بیٹے! خوب جان لے اور خبر دار رہ کہ کچھ بھی ایسا نہیں ہے، جو حاضر میں موجود ہے یا جو غائب میں موجود ہے یا جس کا آئندہ کبھی وجود ہو گا، جس کی فطرت کو انسان سمجھ نہیں سکتا۔ سوائے پروردگار عزوجل کے کیونکہ اس کے عرفان کے حصول کا براہ راست کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے سوا ہر چیز کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ کا عرفان رکھنے والا یہ جان لیتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔ اس کے عرفان کا وجود تخلیق، خالق کے علم، اور خالق کے مخلوق کے بارے میں خیال کے ذریعے سے ہے۔ جب تک تخلیق نمونے کے مطابق نہیں ہوتی تب تک کوئی خالق اسے تخلیق نہیں کرتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تخلیق میں موم جو ہے یہ پتھر سے زیادہ اثر قبول کرنے والی ہے، مہر موم سے بنائی جاتی ہے، نہ کہ پتھر سے۔ پس تمام مخلوقات میں ان کی تخلیق اور ان کے خالق کی تخلیقی قابلیت کا ثبت ہونا تسلیم شدہ ہے۔ تو اپنے اور خالق حقیقی کے بارے میں یہ گمان نہ کر کہ تو اپنی ذہنی بصیرت سے اس کا عرفان رکھتا ہے تا کہ یہ رنگوں سے بنی (مادی دنیا) تیرے ہاتھ سے اصل ہتھیار نہ چھین لے کیونکہ یہ سب اس دنیا میں عرصہ دراز سے ہوتا آیا ہے، اب تک ہو رہا ہے، اور اس جہان کے آغاز سے انجام تک ہوتا رہتا ہے۔ جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے جسے تو ہمیشہ اپنے راستے میں رکاوٹ سمجھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ رکاوٹ دور نہیں ہوگی۔ تو یہ گمان نہ کر کہ یہ کوئی ایسی رکاوٹ ہے جس میں سے رستہ نہیں نکالا جا سکتا۔ اپنے خالق کی عنایات اور نعمتوں پر تفکر کر۔ اپنے پروردگار کے بارے میں یہ نہ کر کہ کوئی تجھے اس کے راستے سے ہٹا دے کیونکہ جو کوئی اس کے علاوہ کوشش کرتا ہے وہ راستہ نہیں پاتا۔ جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا: **تَفَكَّرُوا فِي آلَاءِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي اللّٰهِ.**

(اللہ کی نعمتوں میں تفکر کرو، اور اللہ میں تفکر نہ کرو)۔ اگر بندہ شریعتِ خداوندی پر کاربند رہ کر اپنی ذات کے عرفان کی جسارت نہیں کرتا تو اسے ہرگز اس پر جرأت نہیں ہوسکتی کہ خدائے تعالیٰ کی معرفت میں ایک لفظ بھی کہے۔ کیونکہ خدا کے کمال اسماء اور کمال صفات کا ادراک انسان کو اپنی عاجزی و شکستگی کی وجہ سے ہی بخوبی ہو جاتا ہے، نہ کہ اس کا دارومدار الوہیت وربوبیت پر ہے۔ تو اس کی شان کے مطابق ہرگز اس کی تعریف بیان نہیں کرسکتا۔ تو صرف اتنا ہی اس کی حمد وثنا کرسکتا ہے جس قدر تو اسے جان لے۔ اگر تو توحید کی حقیقت جاننا چاہتا ہے تو یہ جان لے کہ کوئی بھی استعارہ خدا کی حاکمیت میں کچھ حقیقت رکھتا ہے۔ چنانچہ ایک یہ ہے کہ جو کوئی بھی حقیقت میں یہ جان لیتا ہے وہ درحقیقت شرک سے بچ جاتا ہے۔ اکیلا بلاشبہ خدا بزرگ و برتر ہے اور باقی ہر شے کے جوڑے بنائے گئے ہیں۔ دوئی کے اثرات ہر چیز پر نقش ہیں جو کسی صفت کی وجہ سے دو ہو جاتی ہے، یا دو چیزوں کے باہم ملنے سے جیسے جسم، یا عدد کی طرح تقسیم ہونے سے دو ہو جاتی ہے، یا مجموعہ سے دو ہو جاتی ہے۔ یا ہموار سطح کی طرح صفت یا خاکہ میں دو ہے، یا باہم ملنے سے جوڑا ہے جیسے فطرت اور وجود، یا نسل کے اعتبار سے جوڑا ہے جیسے اصل اور ماخوذ، یا اپنی جگہ میں جوڑا ہیں جیسے عرض، یا گمان میں دو ہیں جیسے عقل اور نفس، یا توازن میں دو ہیں جیسے مزاج اور شکل، یا موازنہ میں دو ہیں جیسے اصل اور اس کی نقل، یا ساخت میں ایک چیز دوسری کا مرکب ہے جیسے مادہ اور عنصر، یا اہمیت میں جیسے جگہ اور وقت، یا وسعت میں جوڑا ہیں جیسے گمان اور نشان، یا جیسے قبولیت میں جوڑا ہیں جیسے خاصیت، یا زیادہ اور کم ہیں جیسے مشکوک، یا سراب میں کسی چیز کا وجود ہے یا نہیں ہے، وہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، علاوہ ازیں بھی اگر کوئی چیز ہے جو خیال میں آسکتی ہے، یہ سب جوڑے کا نشان رکھتی ہیں۔ یہ صرف ایک ہی ذات کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا جو درحقیقت خدائے عزوجل ہے۔ سوائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے، ان سب چیزوں کی جبلت میں ہی دوئی کی علامت ہے۔ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ تو جان لے کہ تیرے دل میں خدا کے بارے میں جو بھی گمان آتا ہے وہ خدا کی حقیقت نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ بغیر کسی شبہ اور شریک کے اسے پیدا کرنے والا ہے۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَصِفُونَ اَلمُلحِدُون وَھُوَ خَبِیرٌ بِمَا یَعمَلُونَ. وَاللّٰهُ عَالِمُ الغَیبِ وَالشَّھَادَۃ. (اللہ بزرگ و برتر ہے اس سے جو ملحدین بیان کرتے ہیں اور وہ جانتا ہے جو یہ کرتے ہیں، اور اللہ حاضر و ناظر اور غائب کا علم رکھنے والا ہے۔)

گلستانِ سعدیؒ: دیباچہ

(فارسی سے اردو ترجمہ)

شیخ سعدیؒ

تمام تعریف اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہے جس کی اطاعت اس کے قرب کا سبب ہے۔ اور اس کی شکر گزاری نعمت میں اضافہ کرتی ہے۔ ہر اندر جانے والا سانس زندگی کو تسلسل دینے والا ہے اور جب باہر آتا ہے تو ذات کو سکون دیتا ہے۔ پس ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت پر شکر ضروری ہے۔

شعر

از دست و زبان کہ بر آید کز عہدۂ شکرش بدر آید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ہوسکتا ہے کہ اس کے شکر کا حق ادا کرے)

اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْراً وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشُّكُورُ.

(اے داؤد کی اولاد شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں)

قطعہ

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بہ درگاہِ خدا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش کس نہ تواند کہ بجا آورد

(وہی بندہ بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر خدا کی درگاہ میں پیش کر دے۔ ورنہ اس کی خدائی کے لائق کوئی بھی شکر بجا آوری نہیں کرسکتا۔)

اس کی بے حساب رحمت کی بارش سب کو پہنچی ہوئی ہے اور اس کی بے روک ٹوک نعمت کا دستر خواں سب جگہ بچھا ہوا ہے۔ بندوں کی شرم کا پردہ سخت گناہ کی وجہ سے بھی چاک نہیں کرتا اور مقررہ روزی بدترین خطا پر بند نہیں کرتا۔

قطعہ

اے کریمے کہ از خزانہ غیب گبر و ترسا وظیفہ خورداری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظرداری

(اے وہ دانا جو غیب کے خزانہ سے آتش پرست اور عیسائی کو روزی پہنچاتا ہے۔ دوستوں کو تو کب محروم کرے جبکہ تو دشمنوں کی بھی دیکھ بھال رکھتا ہے۔)

اس نے پرواہوا کے فراش کو حکم دیا تا کہ زمرد کا فرش بچھائے ،اور موسم بہار کے بادل کی دایہ کو حکم دیا تا کہ گل بوٹوں کی بچیوں کو زمین کے گہوارے میں پالے اور درختوں کو نوری خلعت کے بدلے استبرق کی قبا بدن پر پہنائی اور شاخ کے بچوں کے سر پر موسم بہار کی آمد پر کلی کی ٹوپی اوڑھائی۔ شہد کی مکھی کا نچوڑا ہوا اس کی قدرت سے بڑھیا شہد بنا اور چھوارے کی گٹھلی اس کی پرورش سے تناور کھجور بنی۔

قطعہ

ابر و باد و مہ و خورشید در کار اند تا تو نانے بکف آری وبغفلت نخوری
ہمہ از بہرتو سرگشتۂ و فرماں بردار شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرمانبرداری

(بادل، ہوا، چاند، سورج، آسمان، کام میں لگے ہیں تا کہ تو روزی حاصل کرے اور غفلت سے نہ کھائے۔ سب تیرے لئے پریشان ہیں اور تابعداری میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ انصاف نہیں ہوگا کہ تو (اللہ کا) حکم نہ مانے۔)

یہ بات آنحضرت ﷺ کی حدیث میں آئی ہے جو موجودات کے لئے فخر ہیں، جہان والوں کے لئے رحمت ہیں، آدمیوں کا خلاصہ ہیں، دورِ زمانہ کا تتمہ ہیں۔

شعر

شَفِیعٌ مُطَاعٌ نَبِیٌّ کَرِیم قَسِیمٌ جَسِیمٌ نَسِیمٌ وَسِیم

(سفارش کرنے والے، اطاعت کئے گئے، نبی سخی، حسین، قدآور، پاکیزہ، خوبصورت)

قطعہ

بلغ العلےٰ بکمالہ کشف الدجےٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلّوا علیہ والہ

(اپنے کمال کی وجہ سے بلندی پر پہنچے، اپنے جمال سے تاریکیوں کو روشن کیا، اُن کی سب ہی عادتیں بھلی ہیں، ان پر اوران کی اولاد پر درود پڑھو۔)

شعر

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں پشتباں　　چہ باک ازموج بحر آں را کہ باشد نوح کشتباں

(اس امت کی دیوار کو کیا غم جب کہ وہ آپ ﷺ جیسا سہارا رکھتی ہے۔ اس کو سمندر کی پتار کا کیا خوف کہ جس کا نوح علیہا السلام کشتی بان ہو۔)

جس وقت کہ کوئی گناہ گار بندہ پریشان حال دعا کا ہاتھ قبولیت کی امید سے خدائے بزرگ و برتر کی درگاہ میں بلند کرتا ہے، اللہ تعالٰی اس کی طرف نظر نہیں فرماتا۔ وہ پھر اس کو پکارتا ہے، دوبارہ وہ رخ پھیر لیتا ہے۔ وہ پھر اس کو عاجزی سے رو کر پکارتا ہے تو حق سبحانہٗ وتعالٰی فرماتا ہے: یَـــا مَلَائِـــکَتِـــی قَـدِاسْـتَـحْـیَیْتُ مِنْ عَبْدِیْ وَلَیْسَ لَهٗ غَیْرِی. (اے میرے ملائکہ! مجھے اپنے بندے سے حیاء آ گئی ہے اوراس کے لئے میرے سوا کون ہے)۔ میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے اوراس کی تمنا پوری کر دی، اس لئے کہ بندہ کی زیادہ دعا اور رونے سے مجھے شرم آتی ہے۔

شعر

کرم بین و لطف خداوندگار　　گنہ بندہ کردست واوشرمسار

(خدا کا کرم اور مہربانی دیکھ۔ گناہ بندہ نے کیا ہے اور وہ شرمندہ ہے۔)

اس کے جلال کے کعبہ کے معتکف عبادت کی کوتاہی کے معترف ہیں کہ: مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ. (ہم نے کما حقہ تیری عبادت نہیں کی)، اوراس کے حسن کے حلیہ کی تعریف کرنے والے حیرانی میں ہیں کہ: مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ. (ہم نے تجھے ایسا نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننا چاہئے تھا)۔

قطعہ

گر کسے وصفِ او ز من پرسد　　بیدل از بے نشاں چہ گوید باز
عاشقاں کشتگانِ معشوقند　　برنیاید ز کشتگاں آواز

(اگر کوئی اس کی تعریف مجھ سے پوچھے تو بیدل اس بے پتہ کے بارے میں آخر کیا کہے، وہ اس

سے عاجز ہے۔عاشق ,معشوق کے مارے ہوئے ہیں ,مرے ہوؤں کی آواز نہیں نکلتی ۔)

ایک صاحب دل مراقبہ کے گریبان میں سر ڈالے ہوئے تھا اور کشف کے سمندر میں ڈوبا ہوا۔ جب اس حالت سے واپس لوٹا تو ایک دوست نے کہا:اس باغ سے کہ جس میں تو تھا،اس سے کیا تحفہ لایا۔ اس نے ساتھیوں سے کہا:میرا یہ خیال تھا کہ جب پھول کے درخت کے پاس پہنچوں گا تو دوستوں کے تحفہ کے لئے دامن بھر لوں گا۔ جب میں پہنچا تو پھول کی خوشبو نے مجھے ایسا مست کر دیا کہ دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

قطعہ

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بیخبرانند　　کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(اے سحر خیزی کرنے والے!تو نے عشق سیکھنا ہے تو پروانے سے سیکھ کہ اس دل جلے کی جان چلی گئی اور آواز نہ نکلی۔یہ اُس کی طلب میں ڈینگیں مارنے والے بے خبر ہیں کیونکہ جس کو خبر ہو گئی پھر اُس کی خبر نہ آئی۔)

قطعہ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم　　و ز ہر گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بیاباں رسید عمر　　ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

(اے وہ ذات جو خیال،قیاس،گمان اور وہم سے بالاتر ہے،اور اس سے بھی جو لوگوں نے کہا ہے،اور ہم نے پڑھا اور سنا ہے۔دفتر ختم ہو گیا اور عمر آخر ہوئی،اور ہم اسی طرح تیری ابتدائی تعریف میں لگے ہوئے ہیں۔)

بادشاہ اسلام اتا بک ابو بکر بن سعد بن زنگی کی خوبیوں کا ذکر۔خدا اس سعد بن زنگی کی قبر کو روشن کرے۔

سعدی کا ذکرِ خیر جو عوام کی زبانوں پر ہے اور اس کے کلام کا شہرہ جو روئے زمین پر ہے،اور اس کی بات کے گنے جس کو لوگ شکر کی طرح کھاتے ہیں،اور اس کی انشا پردازی کے کاغذ جس کو سونے کے پتر کی طرح لے جاتے ہیں،اس کی بزرگی اور بلاغت کے کمال پر قول نہیں کیا جا سکتا۔بلکہ جہان کے بادشاہ،

اور زمانہ کے دائرہ کے قطب، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قائم مقام اور اہل ایمان کے مددگار رہا تا بک اعظم، دین اور دنیا کا فتح مند، ابو بکر بن سعد زنگی نے جو ظِلُّ اللّٰہِ تَعَالٰی فِی اَرضِہٖ رَبِّ ارضَ عَنہُ وَاَرضِہٖ۔ (اللہ کی سر زمین میں اس کا سایہ ہے اے خدا تو اس سے راضی ہوا اور اس کو راضی کر) مہربانی کی نگاہ ڈال دی ہے اور بہت زیادہ تعریف فرمائی ہے اور سچی عقیدت ظاہر کی ہے۔ لامحالہ عوام اور خواص تمام مخلوق اس کی محبت کی طرف مائل ہوگئی۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِینِ مُلُوکِھِم۔ (لوگ عموماً لباس اور نشست و برخواست وغیرہ کے آداب میں اپنے بادشاہ، امرا یا بزرگوں کے طور طریقے کی پیروی کرتے ہیں)۔

قطعہ

زانگہ کہ ترا بر من مسکیں نظر ست　　آثارم از آفتاب مشہور تر ست
گر خود ہمہ عیب ہا بدیں بندہ درست　　ہر عیب کہ سلطاں بہ پسند و ہنر ست

(جب تک تیری مجھ مسکین پر نظر ہے، میرے نشانات آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اگر سب عیب ہی عیب اس خادم میں ہیں تو جو عیب بادشاہ پسند کرے وہ ہنر ہے۔)

قطعہ

گلے خوشبوئے در حمام روزے　　رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری　　کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم　　و لیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ایک دن حمام میں ایک خوشبودار مٹی میرے ہاتھ میں ایک محبوب کے ہاتھ سے آئی۔ میں نے اس سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر؟ کیونکہ میں تیری دل کش خوشبو سے مست ہوں۔ اُس نے کہا: میں ایک ناچیز مٹی ہوں لیکن ایک زمانے تک میں پھول کے ساتھ رہی۔ ساتھی کے حسن نے مجھ میں اثر کیا ورنہ میں تو وہی مٹی کی مٹی ہوں۔)

اَللّٰھُمَّ مَتِّعِ المُسلِمِینَ بِطُولِ حَیَاتِہٖ وَ ضَاعِف ثَوَابَ جَمِیلِہٖ وَحَسَنَاتِہٖ وَارفَع دَرَجَ اَوِ دَّائِہٖ وَوُلَاتِہٖ وَدَمِّر عَلٰی اَعدَائِہٖ وَشُنَاتِہٖ بِمَاتُلِیَ فِی القُرانِ مِن اٰیَاتِہٖ

وَ آمِن بَلَدَهٗ یَارَبِّ وَاحفِظْ وَلَدَهٗ.

(اے اللہ! اس کی زندگی کی درازی سے مسلمانوں کو نفع بخش اور اس کے اچھے کاموں کا ثواب دوگنا عنایت فرما اور اس کے دوستوں اور یاروں کے مراتب بلند کر اور اس کے دشمنوں اور بدخواہوں کو ہلاک کر۔ قرآن کی ان آیتوں کی برکت سے جن کی تلاوت کی گئی ہے اور اس کے ملک کو پرامن رکھ اور اس کے لڑکے کی حفاظت فرما۔)

شعر

لَـقَـدْ سَـعِـدَ الـدُّنـيَـا بِـهٖ دَامَ سَـعـدُهٗ وَاَیَّـدَهُ الـمَـولـی بِـاَلـوِیَةِ الـنَّـصرِ
کَـذَالِکَ تَـنْـشَـاءِ لِیـنَـتُـهٗ هُوَ عِرقُهَا وَحُسـنُ نَبَاتِ الاَرضِ مِن کَرَمِ البَذرِ

(اس کی ذات سے دنیا نیک بخت ہوئی۔ اس کی سعادت ہمیشہ رہے۔ اور مولیٰ مدد کے جھنڈوں سے اس کی تائید فرمائے۔ اسی طرح نشو ونما پاتی ہیں وہ شاخیں جن کی وہ جڑ ہے، اور زمین کی پیداوار کی خوبی بیج کی اچھائی کی وجہ سے ہے۔)

خدائے بلند و پاک شیراز کے پاک علاقہ کو منصف حاکموں کی ہیبت اور عمل کرنے والے عالموں کی توجہ سے قیامت تک سلامتی میں رکھے۔

قطعہ

اقلیم پارس راغم از آسیب و ہر نیست تا بر سرش بود چو تو اے سایۂ خدا
امروز کس نشاں ندہد در بسیط خاک مانند آستاں درت مامن رضا
بر تست پاسِ خاطر بیچارگان وشکر بر ما و بر خدائے جہاں آفریں جزا
یارب ز بادِ فتنہ نگہدار خاک پارس چندانکہ خاک را بود و باد را بقا

(پارس کے علاقہ کو زمین کے حوادث کا غم نہیں ہے جب تک اس کے سر پر سایۂ خدا تجھ سا موجود ہے۔ آج کوئی شخص بھی روئے زمین پر کسی ایسی جگہ کا پتا نہیں بتاتا جو تیرے در کی چوکھٹ کی طرح خوشنودی کا ٹھکانا ہو۔ تجھ پر غریبوں کے دل کی پاسداری ہے، ہم پر شکر ادا کرنا ہے، اور اللہ پر اس کا بدلا ہے۔ اے خدا! فارس کی سرزمین کو فتنہ کی ہوا سے اس وقت تک بچانا جب تک مٹی اور ہوا کو بقا ہے۔)

سلام وپیام

سلور جوبلی نمبر مجلّہ فلاح آدمیت کے ماہ جنوری کے شمارہ میں اس مجلّہ کے سلور جوبلی نمبر کے حوالے سے تجاویز مانگی گئیں ۔فی الوقت اس خاص نمبر کے لئے جومضامین یا عنوانات زیرِغور ہیں ان میں مجلّہ فلاح آدمیت کی پچیس سالہ تاریخ وکردار پر طائرانہ نظر،شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) جناب محمد صدیق ڈارؒ، شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب خان صاحب مدظلہٗ کا تعارف واحوال، سلسلہ توحیدیہ کے بارے میں تاثرات،انفرادی واجتماعی ذکر میں توجہ طلب امور کابیان، برادران سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی مختصر آراء پر مشتمل ایک سروے شامل ہیں۔ جومریدین سلسلہ ان موضوعات میں بہتری کے لئےقبل ازاشاعت دلچسپی رکھتے ہیں وہ مرکزتعمیر ملت پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ایسے بھائیوں کی کاوشوں کاخیر مقدم کیاجائے گا۔

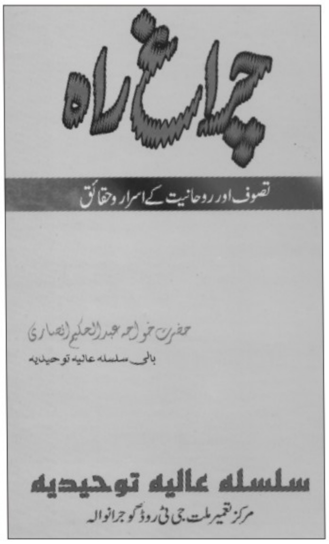
دعائے مغفرت

نوشہرہ ورکاں سے معین الدین کے بھائی ظہیرالدین

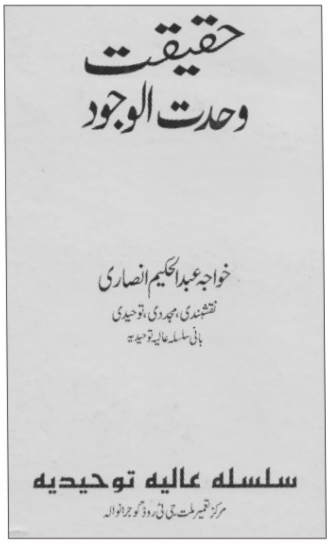
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعافرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com